رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے
عامۂ ناس حاضر باشد یا بادی ونیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی فقہیہ مشتمل ست
بر مقاصد و مبادی پس اتباعاً للنص المزبور صحیفۂ شہریہ کہ متدرج بہ تدریج شہور
مسمے بہ

الہادی

جلد ۶ | بابت ماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۴۸ھ | نمبر ۶

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ برائے ہر طالب جادی و مذکر ست در ہر مجلس دنیا دی
و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی بصورت ترجمہ رسالۃ الانوار محمدی و تسہیل المواعظ
و حل انتباہات کلید مثنوی و تشرف و امثال عبرت و المنتخب و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آن مستفاد ست
از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی باہتمام محمد عثمان عفا عنہ رہبر راہ اسلامی
در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزد نور بر صدور میگردد

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۴۸ھ ہجری نبوی صلعم

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

چند کمیاب کتب کی فراہمی

اتفاق سے مفصل ذیل کتب دستیاب ہو گئی ہیں جو معہ قیمت و تعداد درج ذیل ہیں جن حضرات کو ضرورت ہو طلب فرماویں۔

نام کتاب	قیمت فی جلد	تعداد موجودہ	نام کتاب	قیمت فی جلد	تعداد موجودہ
دعوات عبدیت کی اول جلد کامل	۱۴ر	۵۳	الجبور ایک وعظ	۴ر	۲۱
دعوات عبدیت کی پانچویں جلد کامل	۱۲ر	۱۴	راحت القلوب ایک وعظ	۳ر	۴۰
دعوات عبدیت کی چھٹی جلد کامل	۱۱ر	۷	عمل الذرہ ایک وعظ	۳ر	۴۰
ہفت اختر کامل	۹ر	۳۲	مفتاح الخیر ایک وعظ	۱۰ر	۵۵
الافتضاح ایک وعظ	۳ر	۴۹	اصلاح انقلاب کامل ہر دو حصص	۸ر	۱۲
مظاہر الاحوال ایک وعظ	۵ر	۲۸			

ملنے کا پتہ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

اسلیئے ہمکو اس دن میں روزہ نہ رکھنا چاہیئے اور اگر کوئی شخص مشابہت یہود کے قصد سے اس دن میں روزہ رکھے گا تو کراہیت تحریمیہ کا مرتکب ہوگا (صرح بہ فی الدر والشامیۃ) اور چونکہ جمعہ کے روزہ میں کسی کافر جماعت کی مشابہت نہیں تو اُس کا روزہ تنہا رکھنا مکروہ تنزیہی بھی نہیں البتہ اگر کوئی شخص روزہ کے ذریعہ سے جمعہ کی تعظیم کا قصد کرے تو مکروہ ہوگا ایسی قصد تعظیم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹانا چاہا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ جمعہ کا دن معظم نہیں یا اسکی تعظیم نہ کی جائے کیونکہ شریعت نے دوسرے طریقوں سے اسکی تعظیم کو خود ظاہر کیا ہے۔ جیسے غسل اور تبدیل لباس واستعمال مسواک وعطر وغیرہ بلکہ مطلب یہ ہے کہ روزہ کو جمعہ کی تعظیم کا ذریعہ نہ بناؤ جیسا یہود بار کی تعظیم روزہ سے ظاہر کرتے تھے کیونکہ روزہ عبادت ہے اور عبادات صرف اسواسطے موضوع ہیں کہ ان سے معبود کی عظمت ظاہر کیجائے خوب سمجھ لو۔

(۱۴) حضرت ام سلمہ (ام المومنین) رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنیچر اور اتوار کے دن اکثر روزہ رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں دن مشرکین کی عید کے دن ہیں تو میں اُنکی مخالفت کرنا چاہتا ہوں اسکو ابن خزیمہ نے صحیح میں اور اُن کے سوا دوسروں نے بھی روایت کیا ہے۔

ف اس سے بھی معلوم ہوا کہ سنیچر کے روزہ میں فی نفسہ کچھ قباحت نہیں صرف تشبہ یہود کی وجہ سے اس سے منع کیا گیا تھا چنانچہ جب دوسرے موقع میں کفار نے اس دن کے روزہ کو بُرا سمجھا تو حضور ؐ نے اُن کی غلطی ظاہر فرمانے کے لئے بار واتوار کا روزہ رکھکر اُن کی مخالفت عملاً بھی کی اور قولاً بھی خوب سمجھ لو۔

صوم داؤدی کی ترغیب

یعنی

ایک دن روزہ رکھنا ایک دن نہ رکھنا

حضرت عبداللہ بن عمرو عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مجھسے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ہر دن روزہ رکھتے ہو اور رات بھر عبادت کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا بیشک یا رسول اللہ فرمایا اگر تم ایسا (ہمیشہ) کروگے تو آنکھیں (اندر کو) گڑجائیں گی اور دل پژمردہ ہو جائے گا۔ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اُس نے (حقیقت میں) روزہ نہیں رکھا۔ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھہ لینا یہ مہینہ بھر کا روزہ ہے (یعنی اس سے مہینہ بھر کے روزوں کا ثواب مل جائے گا ۱۲) میں نے عرض کیا کہ مجھے اِس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ حضور نے فرمایا اچھا تم داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکھہ لیا کرو وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور مقابلہ کے وقت (کفار کے سامنے سے) بھاگتے نہ تھے اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم روزہ ہی رکھتے رہتے ہو افطار نہیں کرتے اور رات بھر نماز پڑھتے ہو ایسا نہ کرو کیونکہ آنکھ کا بھی کچھہ حق ہے تمھاری جان کا بھی کچھہ حق ہے تمھارے گھر والوں کا بھی کچھہ حق ہے روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ نماز بھی پڑھو اور کچھہ سویا بھی کرو۔ دس دن میں ایک روزہ رکھہ لیا کرو۔ تم کو بقیہ نو دنوں (کے روزوں) کا بھی ثواب مل جائے گا۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں اپنے اندر اس سے زیادہ کی قوت پاتا ہوں حضور نے فرمایا اچھا داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکھہ لیا کرو عرض کیا کہ اُن کے روزہ کا کیا طریقہ تھا فرمایا وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے ایک دن افطار کرتے تھے اور مقابلہ کے وقت بھاگتے نہ تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ صوم داؤد علیہ السلام سے بڑھکر کوئی روزہ نہیں آدھے سال کا روزہ (اس طرح کہ) ایک دن روزہ رکھو ایک دن افطار کرو۔ اسکو بخاری و مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے۔

۸۶

ف سوال داؤد علیہ السلام کے روزہ کے بیان میں حضور نے جو یہ فرمایا کہ وہ مقابلہ کے وقت بھاگتے نہ تھے اس بات کو روزہ سے کیا مناسبت ہے؟ پھر اسکو روزہ کے ساتھہ کیوں بیان کیا گیا جواب۔ مناسبت یہ ہے کہ بتلا دیا گیا کہ داؤد علیہ السلام باوجود

ھجمت العین بفتح الهاء والجیم ای غارت وظهر علیها الضعف ونفهت النفس بفتح النون وکسر الفاء ای کلت وملت واعیت والزور بفتح الزاء هو الزائر الواحد والجمیع فیہ سواء قالہ المنذری ۱۲ منہ

اِستقدر مجاہدہ کے ایک دن روزہ رکہتے تہے اور ایک دن افطار کرتے تہے دوسری عبادات میں کمی نہ کرتے تہے بلکہ اتنے روزے رہکنے کے بعد بہی وہ دوسری عبادات میں ایسے پختہ اور مستعد تہے کہ جہاد میں بہاگنا جانتے ہی نہ تہے۔ پس داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رہکنے والا وہ شخص ہوگا جو ایک دن روزہ رہکنے اور ایک دن افطار کرنے کے ساتہ دوسری عبادات میں بہی پختہ اور مستعد رہے اور اگر صرف روزہ میں مشابہت کرلی مگر دوسری عبادات میں سست ہوگیا تو اُس کے روزہ کو داؤد علیہ السلام کے روزہ سے ظاہری مشابہت ہوگی حقیقی مشابہت نہوگی نیز آئیں اسپر بہی تنبیہ ہے کہ صوم داؤد کی ہمت اُس شخص کو کرنا چاہیئے جو یہ جانتا ہو کہ اِس کے بعد دوسری عبادات میں بہی مستعد و پختہ رہیگا اور جسکو اِس طرح روزہ رہکنے سے دوسری عبادات ضروریہ میں کوتاہی کا اندیشہ ہو اسکو اسکی ہمت نہ کرنا چاہیئے ۱۲- مترجم۔

مسلم کی ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکہ لیا کرو جو اللہ کے نزدیک روزہ کا افضل طریقہ ہے اور مسلم و ابوداؤد کی ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک دن روزہ رکہو ایک دن افطار کرو یہ روزہ کا بہترین طریقہ ہے یہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے میں نے عرض کیا کہ مجہے اِس سے بہی افضل کی طاقت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِس سے افضل کوئی روزہ نہیں۔ اور نسائی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ کا محبوب ترین طریقہ داؤد علیہ السلام کے روزہ کا طریقہ ہے وہ ایک دن روزہ رکہتے ایکدن افطار کرتے تہے اور مسلم کی ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ میں سال بہر روزہ رکہتا اور رات میں قرآن (پورا) پڑہ لیا کرتا تہا پہر یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے میرا حال عرض کیا یا آپ نے خود مجہ بلا بہیجا اور میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا مجہے معلوم ہوا ہے کہ تم ہمیشہ روزہ رکہتے ہو اور ہر رات میں (پورا) قرآن پڑہ لیتے ہو میں نے عرض کیا بیشک یا رسول اللہ (میں ایسا کرتا ہوں) مگر میری نیت بہلائی کے سوا کچہ نہیں (یعنی میری نیت ریا

۸۷

وغیرہ کی نہیں ہے) حضور نے فرمایا کہ تمکو ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھہ لینا کافی ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے حضور نے فرمایا کہ تمہاری بی بی کا بھی تم پر حق ہے تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے اچھا تم نبی اللہ داؤد علیہ السلام کا روزہ اختیار کرلو کیونکہ وہ سب آدمیوں سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ داؤد علیہ السلام کے روزہ کا کیا طریقہ ہے فرمایا وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن انطار کرتے تھے (اس کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن ایک مہینہ میں پڑھا کرو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس سے زیادہ کی ہمت ہے فرمایا اچھا بیس دن میں پڑھ لیا کرو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے فرمایا تو دس دن میں پڑھ لیا کرو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس سے بھی زیادہ کی قوت ہے فرمایا اچھا سات دن میں پڑھ لیا کرو اسپر زیادتی نہ کرو کیونکہ تمہاری بی بی کا بھی تم پر حق ہے تمہارے پاس آنے جانے والوں کا بھی تم پر حق ہے تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے۔

(۲) عبداللہ بن عمرؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزوں میں سب سے محبوب ترین اللہ تعالیٰ کے نزدیک داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے نمازوں میں سب سے زیادہ محبوب داؤد علیہ السلام کی نماز ہے وہ آدھی رات سوتے تہائی رات عبادت کرتے اور چھٹے حصہ میں (پھر) سو رہتے تھے۔ اور ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار کرتے تھے۔ اسکو بخاری و مسلم و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے

عورت کو اس بات پر دھمکی

کہ شوہر کی موجودگی میں بدون اسکی اجازت کے نفل روزہ رکھے

(۱) حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

(باقی آئندہ)

اور نفس کے خلاف جو علاج بتلائے جائیں اون پر صبر کرے اس تدبیر سے خدا نے چاہا تو چند روز میں سب روگ دور ہو جائیں گے اور اچھی عادتیں پیدا ہو جائیں گی۔ ایک بزرگ[ع] کہتے ہیں کہ اگر کوئی سچا طالب ہو تو اوسکی مراد ضرور حاصل ہوتی ہے اور یار ضرور اوس کے اوپر مہربان ہوتا ہے۔ لیکن لوگوں میں طلب ہی نہیں ہے ورنہ علاج کے لئے طبیب تو موجود ہیں۔ خلاصہ یہ کہ نری پریشانی سے کچھ نہیں ہوتا یہ شیطان کا دہوکہ ہے کہ دین ہی کے رنگ میں دین سے ہٹا رہا ہے اوس نے یہ بیہودہ خیال دل میں جما دیا ہے کہ صرف رونا اور پریشان ہونا کافی ہے عرفی[عہ] کہتا ہے کہ اگر رونے سے وصال میسر ہو سکتا تو وصال کی اُمید میں سو سال رونا بھی آسان تہا مگر کہیں رونے سے بھی وصال میسر ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں کی بالکل ایسی حالت ہے کہ ایک شخص نے ایک بدّو کو دیکھا کہ وہ بیٹھا رو رہا ہے اور سامنے ایک کتا پڑا سسک رہا ہے بدو سے رونے کا سبب پوچھا تو کہا یہ کتا میرا رفیق تہا آج یہ مر رہا ہے اِس کے غم میں رو رہا ہوں اوس شخص نے کتے کے مرنے کا سبب پوچھا تو بدو نے کہا کہ صرف بہوک سے مر رہا ہے یہ سنکر اوس شخص کو بہت صدمہ ہوا نظر اوٹھا کر ادہر اودہر دیکھا تو ایک بوری نظر پڑی بدو سے پوچھا کہ اس بوری میں کیا چیز ہے بدو نے جواب دیا کہ اوس میں سوکھی روٹی ہے اوس شخص نے کہا کہ ظالم تیرے پاس روٹی موجود ہے اور کتا بہو کوں مر رہا ہے اور اوس کے مرنے کا تجھے غم بھی ہے تو اس میں سے روٹی نکال کر اسکو کیوں نہیں کہلا دیتا تو آپ کہتے ہیں کہ صاحب مجھے اتنی محبت نہیں کہ اوسکو روٹی بھی دیدوں کیونکہ اسکو دام لگتے ہیں ہاں اتنی محبت ہے کہ اِس کے غم میں رو رہا ہوں کیونکہ آنسو میں تو دام نہیں خرچ ہوتے۔ ہماری وہی مثال ہے کہ گھر بار سب تمہارا لیکن کسی چیز کو ہاتہ نہ لگانا۔ ہم گناہوں میں پھنسے رہنے کا رنج بھی ہے اور اون کے

ع اون کا شعر یہ ہے ؎ عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد ❊ ای خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

عہ ایک شاعر کا نام ہے اوس کا شعر یہ ہے ؎

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال ❊ صد سال میتواں بہ تمنا گریستن

مٹ جانے کی خواہش بھی ہے لیکن تدبیر نام کو نہیں ہاں ہے تو صرف اس قدر کہ دو آنسو
بہالیئے اور بعض لوگوں کو توجہہ بھی ہوتی ہے تدبیر بھی کرتے ہیں لیکن صرف یہ کہ کسی بزرگ
کے پاس گئے اور اپنی حالت بیان کر کے فرمائش کی کہ آپ کچھ توجہ کیجئے یہ بالکل ایسا
ہے کہ ایک شخص حکیم کے پاس جائے اور اپنے مرض کو بیان کرے اور جب حکیم نسخہ لکھے
تو اس سے کہے کہ حکیم صاحب میری طرف سے یہ نسخہ آپ ہی پی لیں ظاہر ہے
کہ اس شخص کو ساری دنیا احمق کہے گی اور سب اسکی ہنسی اوڑائیں گے۔ پس یہی حالت
ان لوگوں کی ہے جو بزرگوں سے توجہ کی فرمائش کرتے ہیں بیمار تو یہ۔ اور توجہ کریں
بزرگ۔ یہ کچھ توجہ نہ کریں حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ جب بمبئی میں تشریف
لے گئے تو ایک سوداگر نے عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ مجھے بھی حج
نصیب کرے آپ نے فرمایا کہ ایک شرط سے دعا کروں گا وہ یہ کہ جس دن جہاز چلے
اوس دن مجھے اپنے اوپر پورا اختیار دیدو کہ میں تمھارا ہاتھ پکڑ کر جہاز میں بٹھلا دوں
اور وہ تمکو لیکر مکہ کیطرف روانہ ہو جائے اور جب تک یہ نہو تو صرف میری دعا سے　　۱۰
کیا کام چل سکتا ہے۔ اس لئے کہ جب تم قصد نہ کرو گے اور دنیا کے کاروبار کو نہ چھوڑو
گے اور نہ وہ خود کم ہوں گے تو صرف میری دعا تمکو حج کیونکر کرا دے گی کیونکہ خود کعبہ
تو تم تک آنے سے رہا اوسکو کیا غرض پڑی ہے خلاصہ یہ کہ جو لوگ تدبیر کرتے بھی
ہیں تو صرف اسقدر کرتے ہیں کہ بزرگوں سے توجہ کی درخواست کرتے ہیں۔ صاحبو
خیال کیجئے ابو طالب جو کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ہیں اور بڑی محبت
کرنے والے کہ جس موقع پر تمام قریش آپکے خلاف اور دشمن ہو گئے ہیں اس موقع پر
بھی ابو طالب نے آپ کا ساتھ دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان سے بڑی
محبت تھی۔ اور آپ نے بیحد کوشش بھی اون کے مسلمان ہونے کی فرمائی لیکن صرف
اسوجہہ سے کہ انہوں نے ارادہ نہیں کیا حضور کی کوشش اور محبت کچھ بھی ان کے
کام نہ آئی اور اپنے پہلے ہی دین پر اون کا خاتمہ ہو گیا۔ اسپر حضور کو بہت رنج ہوا
تو آپ کی تسلی کے لئے یہ آیت نازل ہوئی اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ یعنے یہ آپ کے اختیار میں نہیں ہے کہ جسکو چاہیں ہدایت کردیں یہ تو خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے وہ جسکو چاہیں ہدایت دیں اور جب ابو طالب کو بھی حضور کے چاہنے سے کچھ نفع نہوا تو آج کون شخص ہے جو ابو طالب سے زیادہ حقدار ہو اور کون بزرگ ہے جس کی خواہش حضورؐ کی خواہش سے زیادہ مقبول ہو۔ پس معلوم ہوا کہ جب تک خود ارادہ نہ کرے دوسرے کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو ہے لیکن یہ بالکل غلط ہے کیونکہ آرزو دوسری چیز ہے اور ارادہ دوسری چیز مجھے خوب یاد ہے کہ میرے بچپن میں دو شخص حج کو جانے کے بارے میں کچھ بات چیت کر رہے تھے اُن میں سے ایک نے کہا کہ بھائی ارادہ تو ہر مسلمان کا ہے میں نے کہا صاحب یہ بالکل غلط ہے اگر ارادہ ہر مسلمان کا ہوتا تو ضرور سب کے سب حج کر آتے ہاں یوں کہیئے کہ آرزو ہر مسلمان کی ہے۔ غرض نری آرزو اور خواہش سے کام نہیں چلتا ضرورت ہے ارادہ کی۔ اور ارادہ کہتے ہیں سامان کے تیار کرنے کو جیسے ایک شخص کھیتی کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اوس کا کوئی سامان تیار نہیں کرتا تو یہ ارادہ نہیں کہلا سکتا ہاں اسکو آرزو ہے کھیتی کی۔ اور ایک شخص اوس کا سامان بھی جمع کر رہا ہے تو یہ بیشک ارادہ ہے۔ اسی طرح اگر دو شخص جامع مسجد پہونچنا چاہیں مگر ایک تو اپنی جگہ بیٹھا ہوا آرزو ظاہر کئے جائے اور ایک شخص چلنا شروع کر دے تو دوسرے کو کہا جائیگا کہ اس کا ارادہ ہے اور پہلے کو کہا جائے گا کہ اسکو نری آرزو ہے ارادہ نہیں غرض جب ارادہ ہوتا ہے تو کام بھی ضرور پورا ہو جاتا ہے اگر کسی وجہ سے خود قدرت نہیں ہوتی تو کوئی مددگار مل جاتا ہے جو کام پورا کرا دیتا ہے اسیکو کہتے ہیں کہ اَلسَّعْيُ مِنِّيْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ یعنی کوشش کرنا بندہ کا کام ہے اور پورا کرنا اللہ کا کام ہے پس کام شروع کر دینا چاہیئے خدا تعالیٰ خود مدد کریں گے اور کام پورا ہو جائے گا۔

بلند ہمتی کی ایک حکایت آپ کو سُناتا ہوں۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السّلام کو زلیخا نے بلایا ہے تو جس مکان میں ان کو لیکر گئی ہے آگے پیچھے سات حصے تھے اور ہر حصہ میں تالا لگا ہوا تھا اور تالے بھی

ادارہ تالیفات اشرفیہ

نہایت مضبوط تھے غرض پورا سامان کیا گیا تھا کہ حضرت یوسفؑ باہر نکلکر نہ جا سکیں آخر زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو بلایا خوشامد بھی کی دھمکی بھی دی لیکن آپ نے ایک نہ سنی واقعی یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہی کا کام تھا کہ اِس مصیبت میں بھی ان کو خدا تعالیٰ پر ایسا بھروسہ رہا کہ دروازے ہر طرف سے بند ہیں تالے جڑے ہوئے ہیں مگر اونہوں نے دل میں یہ ہمت باندھی کہ مجکو اپنا کام تو کرنا چاہیئے خدا تعالیٰ ضرور مدد کریں گے چنانچہ آپ نے بھاگنا شروع کیا اور زلیخا آپ کے پیچھے دوڑیں۔ لکھا ہے کہ جس دروازہ پر پہونچتے تھے تالا خود ٹوٹ کر گر جاتا اور دروازہ خود بخود کھل جاتا تھا۔ اسیطرح ساتوں دروازے کھل گئے۔ اور آپ صاف بچکر باہر نکل گئے۔ بہت لوگ اس انتظار میں ہیں کہ فلاں کام سے فراغت کرلیں تو پھر توبہ کرکے اپنی اصلاح کی تدبیر کریں گے۔کسیکو لڑکے کے نکاح کی فکر ہے کسیکو مکان بنانے کی فکر ہے کسیکو جائداد کا شغل ہے صاحبو! ذرا غور کرو کتنے برس یہ کہتے ہوئے گذر گئے کہ اب کے سال کچھ ضرور کرلیں گے مگر آج تک کاموں کا سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ دنیا کی ہر ضرورت کا خاتمہ ایک نئی ضرورت ہوتا ہے اور اوس کا خاتمہ ایک دوسری ضرورت پر ہوتا ہے آخر یہ عمر یوں ہی تمام ہوجاتی ہے۔ پس آجکل پر ٹالنے سے کیا فائدہ۔ ہمت کرکے کام شروع کردینا چاہیئے خدا تعالےٰ خود مدد کریں گے کامل نہ ہوگے تو خالی بھی نہ رہوگے اگر تمکو صدیق کا درجہ بھی نصیب نہوا تو کچھ نہ کچھ تو ضرور ہی ہو رہوگے اور کچھ نہ ہوگا تو خدا تعالےٰ کے ساتھ ایک محبت اور لگاؤ دنیا سے بے تعلقی اور طبیعت کو نفرت تو ضرور ہی ہوجائے گی مگر افسوس ہماری یہ حالت ہے کہ روز یہی وعدہ رہتا ہے کہ کل ضرور کرلیں گے مگر ساری عمر اسی کل کل میں گذر گئی اور کل نصیب ہوئی یہاں تک کہ موت کا وقت سر پر آجاتا ہے اور اوسوقت سوائے حسرت کے اور کچھ نہیں بن پڑتا اور اوسوقت یہ آرزو کرتا ہے کہ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ کہ اے رب مجھکو ذرا سی مہلت ملجائے تو میں کہنا مان لوں اور اپنی اصلاح کرلوں۔ مگر یہ آرزو رد کردی جاتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُھَا

۱۲ آخر شکے کام سمجھکر فراغت کا انتظار نا
نفس کا دھوکا ہے

کہ اب ایک دم کی بھی مہلت نہیں ملسکتی اور صاحبو ہم تو کیا چیز ہیں کہ ہمکو کچھ مہلت مل سکے حضرت سلیمان علیہ السلام جو کہ نبی معصوم[ف] و مقبول ہیں انہوں نے جب بیت المقدس کو بنوانا شروع کیا تو کام کے ختم ہونے سے پہلے آپکی وفات کا وقت آگیا تو آپ نے یہ خواہش کی کہ بیت المقدس کے تیار ہوجانے تک مہلت دی جائے لیکن قبول نہ ہوئی۔ غور کیجئے نبی کی درخواست اور بیت المقدس بنوانے کے لئے مگر نا منظور۔ آخر آپنے یہ درخواست کی کہ مجھے اس طرح موت دیجائے کہ جنات کو میری موت کی اوسوقت تک خبر نہو جب تک یہ کام پورا نہو جائے یہ درخواست منظور ہوئی اور عادت کے موافق لکڑی پر سہارا لیکر کھڑے ہوگئے اور اسی حالت میں روح قبض ہوگئی پر سال بھر تک آپکی لاش اسی طرح کھڑی رہی جنات نے آپ کو زندہ سمجھکر کام جاری رکھا جب کام ختم ہوگیا اسوقت آپ کی لاش زمین پر گر گئی اور جنوں کو اسوقت آپ کی وفات کی خبر ہوئی اور آپ کی حالت دیکھکر سمجھے کہ آپ کے انتقال کو اسقدر زمانہ گذر گیا ہے تو اس طریقہ پر موت دینے سے کام بھی ہوگیا اور لوگوں کو یہ بھی ہدایت ہوگئی کہ جنوں کو غیب کا علم نہیں یہ واقعہ قرآن شریف کے اندر موجود ہے۔ پس جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو خدا کا گھر بنانے کے لئے مہلت نہیں دی گئی تو ہم کو گناہوں کا گھر تیار کرنے کے لئے مہلت کب مل سکتی ہے خلاصہ یہ کہ ہم لوگ ارادہ تو کرتے ہیں لیکن کام کا ارادہ نہیں کرتے کیونکہ کام کا ارادہ وہ ہے جس کے ساتھ کچھ کام بھی کیا جاوے اور جسکو ہم ارادہ کہتے ہیں وہ نری ہوس ہے دیکھئے اگر ایک شخص کھانا کھانے کا ارادہ کرے لیکن نہ ہاتھ ہلائے نہ منہ چلائے نہ منہ کھولے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے کھانے کا ارادہ کیا ہاں یہ کہیں گے کہ اس نے کھانے کی ہوس کی اور جو لوگ بزرگوں کی توجہ کے امید وار بیٹھے ہیں ان سے کوئی یہ تو پوچھے کہ کیا ان بزرگ کو بھی نری توجہ سے سب کچھ حاصل ہوگیا تھا یا ان کو کچھ کرنا پڑا تھا اگر ان کو کچھ خود بھی کرنا پڑا ہے تو کیا وجہ تمکو نری توجہ سے

ف یعنی گناہوں سے پاک ہیں ۱۲ منہ

حاصل ہو جائے۔ مجکو بزرگوں کی توجہ سے انکار نہیں بیشک بزرگوں کی توجہ سے بہت کچھہ حاصل ہوتا ہے اور بہت کچھہ اثر ہوتا ہے لیکن توجہ لینے والا بہی تو کسی قابل ہو اس توجہ کے اثر کے لئے قابلیت کی بہی ضرورت ہے دیکھو اگر کھیتی کرنا چاہو تو زمین میں بیج ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بیج ڈالنا بہی اسیوقت کام دیتا ہے جبکہ زمین بنجر نہو ورنہ بیج بہی اکارت ہوتا ہے اور محنت بہی بیکار جاتی ہے۔ پس اول توجہ کی قابلیت پیدا کرو اور اوس کا طریقہ یہ ہے کہ کام کرنے کا ارادہ کرو۔ ہاں نرا ارادہ بہی کافی نہیں ہے جب تک بزرگوں کی توجہ نہو کیونکہ ارادہ کے پورے ہونے کے لئے اسکی ضرورت ہے کہ خدا تعالے کی ہمپر توجہ ہو اور اوسکی علامت یہ ہے کہ بزرگ ہماری طرف متوجہ ہوں غرض نہ بغیر چلے کام چلتا ہے نہ بے رفیق کے سیدھا راستہ ملتا ہے دیکھو اگر کوئی اندھا کسی جگہ پہونچنا چاہے تو اول اس کو چلنے کی ضرورت ہے اگر چلے ہی نہیں تو ہزار ساتھی ملنے پر بہی راستہ طے نہوگا چلنے کے بعد رفیق اور ساتھی کی ضرورت ہے کیونکہ اگر کوئی ساتھہ نہو تو راستہ میں کسیجگہ ضرور ٹکر کہا کر گرے گا۔ خیر و عافیت سے منزل پر پہونچنے کی صورت یہی ہے کہ اپنے پیروں چلے اور راستہ بتلانے والے کا ہاتھہ پکڑے بالکل ایسی ہی حالت اس راستہ کی بہی ہے کہ ارادہ کرنا اور کام شروع کرنا اپنے پیروں چلنا ہی اور کسی بزرگ کا دامن پکڑنا رفیق کا ہاتھہ پکڑنا ہے۔ اور اسی سے یہ بہی معلوم ہوگا کہ لوگ جو آجکل نری پیری مریدی کو اصل کام سمجھتے ہیں یہ غلطی ہے نری پیری مریدی میں کچھہ نہیں رکھا اصل کام خود چلنا ہے۔ اور کسی بزرگ کے کہنے پر عمل کرنا اگرچہ مرید کسی سے بہی نہو میرا یہ مطلب نہیں کہ بیعت ہونے میں برکت کچھہ بہی نہیں برکت ضرور ہے لیکن اسکو اصل کام سمجھنا بڑی غلطی ہے آج اس پیری مریدی کے بارہ میں وہ جہالت پہیلی ہے کہ خدا کی پناہ۔ میرے ایک دوست بیان کرتے تہے کہ ایک مکار پیر صاحب کسی گاؤں میں پہونچے اتفاق سے بہت ہی دبلے اور کمزور ہو رہے تہے مریدوں نے پوچھا کہ پیر تم اسقدر کمزور کیوں ہو پیر صاحب نے جواب دیا کہ ظالمو تمہیں میری

بزرگوں کی توجہ بغیر قابلیت کے مفید نہیں

نرا ارادہ بھی بغیر بزرگوں کی توجہ کے کافی نہیں

۱۴

نری پیری مریدی بغیر اپنی کوشش کے کافی نہیں

ایک مکار پیر کی حکایت

کمزوری کی خبر نہیں دیکھو میں اپنا بھی کام کرتا ہوں اور تمہارا بھی تم نماز نہیں پڑھتے میں تمہاری طرف سے نماز پڑھتا ہوں تم روزہ نہیں رکھتے ہیں تمہاری طرف سے روزہ رکھتا ہوں اور سب سے بڑی مشقت یہ ہے کہ سب کی طرف سے پلصراط پر چلتا ہوں جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے۔ بس ان فقروں نے دُبلا کر دیا۔ مرید یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور ایک گوجر نے خوش ہوکر کہا کہ پیر میں نے تجھے اپنا موبجی کا کھیت بخشدیا۔ پیر کو خیال ہوا کہ گانوں والوں کا کچھہ اعتبار نہیں اسیوقت چلکر قبضہ کر لینا چاہیئے کہا بھائی ابھی چلکر دیدو وہ گوجر ساتھہ ہولیا راستے میں اتفاق سے کسی ڈول پر سے پیر صاحب کا پیر پھسل گیا اور گر گئے۔ گرتے کے ساتھہ ہی اس گوجر نے ایک لات رسید کی اور کہا کہ تو جب اتنی چوڑی مینڈ پر نہیں چل سکا تو پلصراط پر کس طرح چلتا ہوگا تو جھوٹا ہے جا ہم تجھے اپنا کھیت نہیں دیتے۔ تو صاحبو! سچ بات یہی ہے کہ کام اپنے کیئے سے ہوتا ہے کسی دوسرے کے کیئے کوئی کام نہیں ہوتا اور میں کہتا ہوں کہ اگر دوسرے کے کرنے سے کام ہو جاتا ہے اور اپنے کرنے کی ضرورت نہیں رہتی تو اسکی کیا وجہہ کہ یہ قاعدہ دین ہی کے کاموں میں برتا جاتا ہے دنیا کے کاموں میں اِس قاعدہ پر کیوں نہیں عمل کرتے اونکو پیر کے بھروسہ پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ بس نہ کھاؤ نہ پیو نہ کھیتی کرو سب کام تمہاری طرف سے پیر جی کر لیا کریں گے اونہیں کے کھانے سے تمہارا پیٹ بھر جائیگا اُن ہی کے پانی پینے سے تمہاری پیاس بجھ جایا کریگی افسوس ان کاموں میں تو اس قاعدہ پر عمل نہیں کرتے بلکہ اپنے کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور دین کے کام کو اسقدر سستا اور بے وقعت سمجھ لیا ہے کہ اس میں اس قسم کے قاعدے برتے جاتے ہیں اسپر مجھے ایک لطیفہ یاد آیا۔ کہ اودھ میں ایک پیر تھے وہ نماز نہیں پڑھا کرتے تھے اِن کے مرید کہا کرتے تھے کہ مکہ میں جاکر نماز پڑھتے ہیں میرے ایک دوست نے سنکر کہا کہ صاحب اسکی کیا وجہ ہے کہ نماز کے لئے تو مکہ کو اختیار کیا جائے اور کھانے اور ہگنے کے لئے ہندوستان کو اگر نماز وہاں پڑھی جاتی ہے تو کھانا ہگنا بھی وہیں ہونا چاہیئے اور اگر ہندوستان میں ہوتا ہے تو نماز بھی

ہندوستان میں ہونی چاہیئے کیونکہ ہندوستان بم پولس نہیں ہے۔ خیر تو ایک لطیفہ تھا
مقصد یہ ہے کہ تم اپنے اس قاعدہ میں کہ سب کام پیر ہی کریں گے غور کر کے دیکھو کہ اسکا
تو یہ مطلب ہوا کہ پیر تمہارے کمین ہیں کہ گناہ تم کرو اور پیر اوسکو اوٹھاویں یاد رکھو کہ پیر صرف
راستہ بتلانے کے واسطے ہیں کام کرنے کے لئے نہیں کام تم کو خود کرنا چاہیئے۔ اس پر
شاید کسیکو یہ شبہ ہو کہ بعض مرتبہ پیر کی توجہ سے مرید کے دل میں ایک کیفیت پیدا ہو جاتی
ہے جو کہ خود محنت کرنے سے پیدا نہیں ہوتی سو اس کا جواب یہ ہے کہ صرف اس کیفیت سے
کچھ فائدہ نہیں جبتک خود کام نہ کیا جائے بلکہ اگر خود کچھ نہ کیا جاوے تو یہ کیفیت باقی بھی
نہیں رہتی اس کیفیت کی ایسی مثال ہے جیسے آگ کے سامنے بیٹھنے سے بدن گرم ہو جاتا
ہے لیکن یہ گرمی باقی نہیں رہتی آگ کے سامنے سے ہٹکر ہوا لگی کہ بدن میں ٹھنڈک پیدا
ہوئی اسیطرح اس کیفیت سے بھی پیر سے جدا ہوتے ہی کورے کے کورے رہ جاتے
ہیں ایک بزرگ نے اپنے زمانہ کے ایک بزرگ سے کہا کہ تم اپنے مریدوں سے
محنت لیتے ہو اور ہم نہیں لیتے اونہوں نے یہ سنکر اپنے ایک مرید سے کہا کہ
تم ذرا ان کے مرید سے مصافحہ کرو۔ مصافحہ کرنا تھا کہ وہ کم محنت مرید خالی رہ گئے
پیر نے اُن سے کہا کہ دیکھا نتیجہ محنت نہ کرنے کا اب تم ہمارے کسی مرید کو تو اس طرح کورا
کرو بات یہ ہے کہ اپنی کمائی ہوئی چیز کی قدر بھی خوب ہوتی ہے اور مفت کی چیز
کی کچھ قدر نہیں ہوتی۔ مشہور ہے کہ ایک شخص ادھوڑی کا جوتہ دوشالے سے
جھاڑ رہا تھا لوگوں نے اوس سے سبب پوچھا تو کہا کہ دوشالہ تو میرے والد کی
کمائی کا ہے اور جوتہ میری کمائی کا ہے تو جو لوگ اپنے بوتہ پر کام کرتے ہیں
اُنکی حالت ساری عمر ایک سی رہتی ہے۔ البتہ اُن میں شور و غل اُچھل کود نہیں ہوتی
اور نہ یہ مقصود ہے دیکھو اگر کوئی بچے کو کھلاتا ہے پلاتا ہے تو اوس کا طریقہ یہ ہے
کہ اسکو تھوڑا تھوڑا کھلائے کہ وہ بدن کو لگے اور اس سے موٹا تازہ ہو۔ اسیطرح
کامل پیر بھی ایک ہی دن میں سب کچھ نہیں بھر دیتا کیونکہ اس کا نتیجہ اس کے
سوا کچھ نہیں کہ مرید کو حالات اور کیفیات کا ہیضہ ہو اور ایک ہی دن میں خاتمہ ہو جائے

کیفیت کی مثال

دو بزرگوں کی حکایت

(باقی آئندہ)

مقدمہ در تحقیق مسائل متعلقہ کرامت

(۱) مسئلہ اوّل جاننا چاہیئے کہ خلاصہ کلام محققین کا اس باب میں یہ ہے کہ کرامت اوس امر کو کہتے ہیں جو کسی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کسی متبع کامل سے صادر ہو اور قانون عادت سے خارج ہو پس اگر وہ امر خلاف عادت نہ ہو تو کرامت نہیں ہے۔ اور جس شخص سے وہ امر صادر ہوا ہے اگر وہ کسی نبی کا متبع اپنے کو نہیں کہتا وہ بھی کرامت نہیں ہے جیسے جوگیوں ساحروں وغیرہم سے بعض امور ایسے سرزد ہو جاتے ہیں۔ اور اگر وہ شخص مدعی اتباع کا تو ہے مگر واقع میں متبع نہیں ہے خواہ اصول میں خلاف کرتا ہو جس طرح اہل بدعت۔ یا فروع میں جیسے فاسق و فاجر اوس سے بھی اگر ایسا امر صادر ہو وہ بھی کرامت نہیں ہے بلکہ استدراج ہے جس کا ضرر یہ ہے کہ یہ شخص بوجہ خرق عادات کے اپنے کو کامل سمجھتا ہے اور اس وہم کہ میں کبھی حق کی طلب کرنے اور اتباع کرنے کی کوشش نہیں کرتا نعوذ باللہ کسقدر خسران عظیم ہے پس کرامت اوسوقت کہلائے گی جبکہ اوسکا محل صادر مومن متبع سنت کامل التقویٰ ہو۔ اب ہمارے زمانے میں جس شخص سے کوئی فعل عجیب سرزد ہو جاتا ہے اوسکو غوث و قطب قرار دیدیتے ہیں خواہ اوس شخص کے کیسے ہی عقائد ہوں اور کیسے ہی اعمال و اخلاق ہوں یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ بزرگوں نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی شخص کو ہوا میں اوڑتا ہوا یا پانی پر چلتا ہوا دیکھو مگر وہ شریعت کا پابند نہو تو اوسکو بالکل ہیچ سمجھو۔

۲۹

(۲) مسئلہ دوم۔ اور جاننا چاہیئے کہ کرامت کے لیے نہ اُس ولی کو اُس کا علم ہونا ضروری ہے اور نہ اُس کے قصد کا متعلق ہونا ضروری ہے اور احیانا علم ہوتا ہے اور قصد نہیں ہوتا اور کبھی علم و قصد دونوں امر ہوتے ہیں اس بنا پر کرامت کی تین قسمیں ٹھہریں ایک قسم وہ جہاں علم بھی ہو اور قصد بھی جیسے نیل کا جاری ہونا حضرت عمر بن خطابؓ کے فرمان مبارک سے اور دوسری وہ جہاں علم ہو اور قصد نہ ہو۔ جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے فصل میووں کا آجانا۔ تیسری قسم وہ جہاں نہ علم ہو

نہ قصد جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانا اور کھانے کا دو چند سہ چند ہو جانا چنانچہ خود حضرت صدیق اکبر کو تعجب ہوا جس سے اون کے علم و قصد کا پہلے سے متعلق نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور ایک احتمال حصر عقلی میں سے خلاف واقع ہے کہ قصد ہو اور علم نہو کیونکہ بدون علم قصد ممکن نہیں اور لفظ تصرف و ہمت کا صرف قسم اول پر اطلاق کیا جاتا ہے قسم ثانی و ثالث کو تصرف نہیں کہتے البتہ برکت و کرامت کہلاتی ہے۔

(۳) مسئلہ سوم اور جاننا چاہیئے کہ ایک اور اعتبار سے کرامت کی دو قسم ہیں ایک حسی ایک معنوی عوام لوگ اکثر حسی کو جانتے اور اسی کو کمال شمار کرتے ہیں جیسے مافی الضمیر پر مطلع ہو جانا پانی پر چلنا ہوا پر اڑنا وغیرہا اور خواص کے نزدیک بڑا کمال کرامت معنوی ہے یعنی شریعت پر مستقیم رہنا مکارم اخلاق کا خوگر ہو جانا نیک کاموں کا پابندی و بے تکلفی سے صادر ہونا حسد و کینہ و دیگر صفات مذمومہ سے قلب کا طاہر ہو جانا کوئی سانس غفلت میں نہ گذرنا یہ وہ کرامت ہے جسمیں استدراج کا احتمال نہیں بخلاف قسم اول کے کہ اوسمیں یہ احتمال موجود ہے اسیواسطے کاملین صدور کرامت کے وقت بہت ڈرتے ہیں کہ یہ استدراج نہو یا خدانخواستہ اس سے نفس میں عجب نہ پیدا ہو جائے یا اسکی وجہ سے عوام میں شہرت و امتیاز پیدا ہو کر موجب ہلاکت ہو بلکہ بعض نے فرمایا ہے کہ بعض اولیا رتے مرتے وقت تمنائی ہے کہ کاش دنیا میں ہماری کوئی کرامت صادر نہوتی تاکہ اوسکا عوض و اجر کبھی آخرت میں ملتا کیونکہ یہ امر مقرر ہے کہ جسقدر دنیا میں کسی نعمت میں کسی کو کمی رہے گی اوسکا بدلہ آخرت میں عنایت ہوگا۔

(۴) مسئلہ چہارم اور جاننا چاہیئے کہ بعض علما نے کرامت کی قوت ایک حد خاص تک معین کی ہے اور جو امور نہایت عظیم ہیں جیسے بدون والد کے اولاد پیدا ہونا یا کسی جماد کا حیوان بن جانا یا ملائکہ کا باتیں کرنا اس کا صدور کرامت سے ممتنع قرار دیا ہے مگر محققین کے نزدیک کوئی حد نہیں کیونکہ وہ فعل پیدا کیا ہوا اللہ تعالیٰ کا ہے صرف ولی کے ہاتھ پر اوس کا ظہور ہو گیا ہے واسطے اظہار کرامت و قرب و مقبولیت اوس ولی کے

۳۰

سو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی جب کوئی حد نہیں پھر کرامت محدود کیسے ہوسکتی ہے۔ رہا یہ شبہ کہ معجزہ کے ساتھ مساوات لازم آنیکا احتمال ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب صاحب کرامت خود کہتا ہے کہ میں نبی کا غلام ہوں تو جو کچھ اوس سے ظاہر ہوا ہے یہ تبعیت اوس نبی کے ہے استقلالاً نہیں جو اس شبہے کی گنجائش ہو البتہ جس خرق عادت کی نسبت نبی کا ارشاد ہو کہ اس کا صدور مطلقاً محال ہے وہ بطور کرامت کے سرزد نہیں ہوسکتی جیسے قرآن مجید کا مثل لانا۔

(۵) مسئلہ پنجم اور جاننا چاہیے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اپنی کرامت اکا اخفاء واجب ہے مگر جہاں اظہار کی ضرورت ہو یا غیب سے اذن ہو یا حالت اسقدر غالب ہو کہ اوس میں قصد و اختیار باقی نہ رہے یا کسی طالب حق و مرید کے یقین کا قوی کرنا مقصود ہو وہاں اظہار جائز ہے۔

(۶) مسئلہ ششم اور جاننا چاہیے کہ بعض اولیائے کاملین کا مقام غلبہ عبودیت و رضا کا ہوتا ہے اس لئے کسی شئے میں وہ تصرف نہیں کرتے اسوجہ سے اونکی کرامتیں نہیں معلوم ہوتیں۔ اور بعضوں کو قوت تصرف ہی عنایت نہیں ہوتی تسلیم و تفویض ہی اونکی کرامت ہوتی ہے اِس سے معلوم ہوا کہ ولایت کے لئے کرامت کا وجود یا ظہور ضروری نہیں۔

(۷) مسئلہ ہفتم۔ اور جاننا چاہیے کہ بعض اولیاء اللہ سے بعد انتقال کے بھی تصرفات و خوارق سرزد ہوتے ہیں۔ اور یہ امر معنیً حد تواتر تک پہونچ گیا ہے۔

(۸) مسئلہ ہشتم۔ اور جاننا چاہیے کہ کرامت کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اسباب طبعیہ سے وہ اثر پیدا نہوا ہو خواہ وہ اسباب جلی ہوں یا خفی۔ اس مقام پر لوگوں کو دو غلطیاں واقع ہوجاتی ہیں بعض تو مطلق عجیب امور کو کرامت سمجھتے ہیں اور عامل کے معتقد کمال بنجاتے ہیں آجکل اِس قسم کے بہت قصے واقع ہورہے ہیں۔ مسمریزم۔ فریمیسن حاضرات ہمزاد کا عمل۔ عملیات۔ و نقوش۔ طلسمات۔ و شعبدات۔ تاثیرات عجیبہ ادویات سحر چشم بندی وغیرہا کہ اِس میں بعض کے آثار تو محض خیال ہیں اور بعض کے واقعی بھی ہوں تو اسباب

۲۱۱

طبیعہ خفیہ سے مربوط ہیں۔ کرامت ان سب خرافات سے منزہ ہے۔ اور بعض کرامات کو بھی قوت طبیعہ پر محمول کر کے سب کو ایک لکڑی ہانکتے ہیں۔ صاحب بصیرت طالب حق کو قرائن قویہ سے بنظر انصاف فرق معلوم ہو جاتا ہے کہ اس فعل میں قویٰ طبیعہ کو دخل ہے یا محض قوت قدسیہ ہے یا کسی قوت کو بھی دخل نہیں محض کائن عن الغیب ہے۔

(۹) مسئلہ نہم اور جاننا چاہیئے کہ جس فعل کا ظاہری قویٰ سے کرنا ممنوع ہی باطنی قویٰ سے بھی ممنوع ہے۔ جیسے کسی بے گناہ کو قتل کر دینا یا کسی کے قلب پر زور ڈالکر اوس سے کچھ روپیہ لے لینا یا کسی کا راز نہانی معلوم کرنا یا قصداً نامحرم کی طرف التفات کرنا بعض لوگ مطلقاً خرق عادت کو شعبہ ولایت کا سمجھکر ان سب تصرفات کو حلال اور داخل کرامت سمجھتے ہیں۔

(۱۰) مسئلہ دہم اور جاننا چاہیئے کہ ولی سے احیاناً کوئی امر ناجائز صادر ہو جانا بشرطیکہ اوسپر اصرار نہو تنبیہ کے وقت توبہ کر لے یا کسی اختلافی مسئلہ میں غلط شق کو اختیار کرنا ولایت و کرامت میں قادح نہیں ہے یہ کل دس ۱۰ مسئلے ضروری اس باب کے متعلق ہیں۔۲۲

خطبہ کرامات الصحابہ بقلم غیر مؤلف

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل اللہ فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا کلما ذکرہ الذاکرون وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون۔

امابعد۔ اہل فہم و بصیرت کی خدمت میں گذارش ہے کہ نصوص قطعیہ وسنن نبویہ سے یہ امر یقیناً ثابت ہو چکا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاہم تمام

۱؎ اس خطبہ میں اصل مضمون احقر کا ہے جسکی روایت اسمیں بالمعنی کیگئی ہے اسی لئے اسکی بعض عبارات میں نے بدل دی ہیں ۱۲

امت محمدیہ سے افضل ہیں۔ اور اہل تحقیق کا اس امر پر اجماع ہے کہ کوئی ولی اگرچہ وہ اعلیٰ رتبہ پر ہو کسی ادنیٰ صحابی کے رتبہ کو نہیں پہونچ سکتا۔ اور یہ برکت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت کی۔ وہ صحبت مبارکہ کہاں سے آوے جس سے اولیاء کو صحابہؓ کا درجہ حاصل ہو ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ مگر باوجود اسکے اس زمانہ میں اکثر عوام کو دیکھا جاتا ہے کہ جسقدر اعتقاد انکو پچھلے صلحاء اور اولیاء کے ساتھ ہے اوس کا نصف بھی صحابہ کے ساتھ نہیں۔ جہاں تک غور کیا گیا اسکی وجہ صرف یہ سمجھ میں آئی کہ ان لوگوں نے کمال کو کرامات وخوارق عادات میں منحصر سمجھ لیا ہے۔ اور حضرات صحابہ کی کرامتیں کم سنی گئی ہیں اس وجہ سے ان حضرات کو اس درجہ کا صاحب کمال نہ سمجھا جس درجہ کے وہ حضرات باکمال تھے اسی لیے اعتقاد میں بھی کمی ہوئی ہر چند کہ محققین صوفیہ کی تصریح سے یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ کمال حقیقی اور چیز ہے۔ کشف وکرامات کی اس کے روبرو کچھ حقیقت نہیں۔ اور وہ چیز استقامت علی الدین ہے[*] چنانچہ کہا گیا ہے الاستقامۃ فوق الکرامۃ اور صحابہ کا شریعت ظاہرہ اور طریقت باطنہ اور احوال رفیعہ میں مستقیم ہونا کسکو معلوم نہیں۔ اور یہ مضمون تحقیق اور تفصیل کے ساتھ کرامات امدادیہ میں اچھی طرح لکھا گیا ہے۔ اور استقامت کو کرامت معنویہ کہتے ہیں فی الواقع حقیقی اور مقصود کرامت یہی ہے چنانچہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ کی خدمت میں ایک شخص دس سال رہا۔ اور دس سال کے بعد عرض کیا کہ حضرت میں نے آپ سے کسی کرامت کا صدور نہیں دیکھا حضرت جنید قدس سرہ نے جوش میں آکر فرمایا کہ اس مدت میں مجھ سے کوئی گناہ بھی دیکھا! عرض کیا نہیں فرمایا اس سے بڑھکر کیا کرامت ہوگی۔ یہ تھے اہل علم اور اہل تصوف اور اہل تحقیق کہ بالکل قرآن مجید کے مطابق جواب ارشاد فرمایا حق تعالیٰ فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقکم یعنی بے شبہ بڑی کرامت اور عظمت والا تم میں کا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے معلوم ہوا کہ مدار تقرب فقط

[*] یعنی دین پر سیدھا رہنا اور اسکو مضبوط پکڑنا اور گناہوں کی لغزش سے باز رہنا ۱۲ منہ

۳۳

تقوے ہے لا غیر۔

دوسرے یہ کہ اکثر خوارق ثمر کثرت مجاہدہ و ریاضت کا ہوتے ہیں اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بوجہ کمال قابلیت و قوت فطرت و برکت صحبت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زیادہ ریاضت کی حاجت نہیں ہوئی اس لئے خوارق کا بکثرت اُن حضرات سے صادر نہ ہونا تعجب کی بات نہیں۔

تیسرے بقول حضرت امام احمد بن حنبل[۱] رحمۃ اللہ علیہ کرامت کا ظہور تقویت یقین اہل زمانہ کے لئے ہوتا ہے چونکہ بہ برکت قرب زمانہ جناب رسول مقبول خیر القرون میں یقین و ایمان کمال درجہ حاصل تہا اسلئے اس حجت اور دلیل کی چنداں حاجت نہ تہی جوں جوں زمانہ برکت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام دور ہوتا گیا برکات میں کمی پیدا ہوتی گئی اور ایمان میں ضعف ہوتا گیا اسلئے برہان تقویت کا ظہور قرین حکمت ہوا یہاں سے یہ بہی ثابت ہوا کہ اقرب الی السنۃ وہی حالت ہے جو صحابہ رضی کی حالت تہی اسلئے وہاں ضعف ایمان نہ تہا جسکی تقویت کی حاجت ہوتی اور ظاہر ہے کہ یہ حالت اقرب الی السنۃ ہے۔ ۳۴

چوتھے صحابہ رضی کے واقعات نقل کرنے میں محدثین نے صحت روایت کی بہت سخت شرطیں مقرر کیں اور اسقدر اہتمام کیا کہ تا بمقدور احوال صحیحہ سے اطلاع ہو و رطب و یابس اقوال سے اعلیٰ درجہ کا پرہیز کیا بخلاف حکایات اولیائے متاخرین کے کہ اونکو نقل کرنے میں اسقدر احتیاط اور تنقیح نہیں کی گئی۔ اور شدت شرائط صحت کے لئے قلت روایت امر لازم ہے و نیز چونکہ اصل مقصود دین میں احکام ہیں اس لئے بہی محدثین نے بہ نسبت نقل حکایات کے روایت سنن کا زیادہ اعتنا فرمایا مگر چونکہ ان وجوہ کے ساتہہ بعض عوام کے لئے پوری تسلی تب ہی ہے کہ اونکو کچہہ کرامتیں صحابہ کرام کی بہی بتلائی جاویں۔ اس لئے حسب ارشاد فیض بنیاد حضرت والا درجت مجدد دوران قطب زمان سیدی محبوبی و مرشدی مولوی شاہ **اشرف علی** صاحب اس احقر نے اس کام کو شروع کیا حق تعالیٰ بطریق احسن تمام فرماویں ناظرین سے حسبۃ للہ اپنے واسطے دعا مغفرت و حصول مقاصد کا طالب ہوں۔ واضح ہو کہ

[۱] ہذا القول رواہ العلامۃ الرافعی فی روضۃ الریاحین وحنبل جد احمد لا ابوہ ۱۲ منہ

اس کتاب کا خطبہ عرصہ ہوا کہ حضرت والا نے تحریر فرمایا تھا اور ایک صاحب سے کچھ متفرق مضامین بھی جمع کرائے تھے لیکن بوجہ عدیم الفرصتی حضرت کے دست مبارک پر یہ کام تمام نہ ہو سکا اس خطبہ میں بھی بہت سے مضامین خطبہ مذکورہ کے باختصار و تغیر مناسب بندہ نے درج کئے ہیں وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ٭ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

خطبہ مسائل السلوک من کلام ملک الملوک

امابعد الحمد والصلوٰۃ فان من العلوم القرآنیۃ کثیر مسائل التصوف مما ذکرہ الصوفیۃ قدست اسرارھم فی کتبھم مستندین الی القرآن وجملۃ ما ذکروہ قسمان قسم دل علیہ القرآن بوجوہ الدلالات المعتبرۃ عند اھل العلم والاجتہاد تنصیصاً ویسمی تفسیراً او استنباطاً ویسمی فقہاً ولا کلام فی کون ۳۵ ھذا القسم مدلولا للقرآن اما التنصیص فظاھر واما الاستنباط فلما تقرر من ان القیاس مظھر لا مثبت وقسم لا دلالۃ للقرآن علیہ بعینہ ولا علی ما یشارکہ فی العلۃ الشرعیۃ لکن لہ دلالۃ علی ما ینا سبہ بنحو من المناسبۃ ویسمی اعتباراً وھذا القسم مما تکلموا فی کونہ مدلولا لہ فکم من مثبت لہ وھو ظاھر صنیع کثیر من الصوفیۃ وکم من ناف لہ وھو ظاھر کلام حملۃ العلوم الظاھرۃ والقول الفصل فی الباب ان النفی حق ان ارید بالدلالۃ کون ذلک المعنی مقصوداً بلا واسطۃ کالمنصوص او بواسطۃ کالثابت بالقیاس والاثبات حق منقول من السلف ان ارید بالدلالۃ ما ھو اعم من ثبوتہ باحد الطرق المذکورین ومن ثبوت الشئی من اصلہ بنحو من الاصالۃ من غیر ان یقصد مع القول بارادۃ المعنی الظاھری قطعاً فان ابطال ھذا المعنی باطل وذھاب الی مذھب الباطنیۃ الضالۃ وتسمعت ما یدل علی جمیع ما ادعینا اما ان لھذا الصنیع

اصلاً من السلف فقد روی رزین عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتها قال یلین القلوب بعد موتها مخبتة منیبة یحیی القلوب المیتة بالعلم والحکمة والا فقد علم احیاء الارض مشاهدة رتیسیر ص) فقول ابن عباس صریح فی صحة تاویل الارض بالقلب وهل هذا الا الذی یسلکه الصوفیة بل ظاهره ینفی ظاهر التفسیر لکن لما کان هذا التفسیر یقینیاً یصرف قوله عن المتبادر الی ان مراده ایقاظ السامع ان لا یکتفی من الآیة علی ظاهرها وان کان مقصوداً بل یعتبر به ویتنقل الی حال القلب هذا ما یدل الی فی اعتبار علم الاعتبار وابلغ من هذا ما قرره شیخ مشائخنا شاه ولی اللہ المحدث الدهلوی قدس سره فی کون هذا الفن معتبراً فی کتابه الفوز الکبیر فی اصول التفسیر حیث قال باللسان الفارسی واما اشارات صوفیه و اعتبارات ایشاں بحقیقت از فن تفسیر نیست بلکه نزدیک استماع قرآن چیزے بر دل سالک ظاہر میگردد و درمیان نظم قرآن حالتے که آں سالک دارد یا معرفتیکه او را حاصل ست متولد میشود چنانکه کسے قصه مجنوں و لیلے شنود معشوقه خود را یاد کند و معامله که درمیان وے و محبوب وے میگذرد مستحضر سازد و در ینجا فائده ایست اہم آں را باید دانست که آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم فن اعتبار را معتبر داشته اند و در آں راه سلوک فرموده اند تا سنت باشد علمائے امت را و مستفتح طریقے باشد علوم موہوبه ایشاں را مانند آنکه آیه فاما من اعطی واتقی در مسئله قدر متمثلاً خوانده اند اگرچه معنی منطوق آیه آنست که ہر که ایں کارہا کرده است او را راه جنت و نعیم بنمایم و ہر که اضداد آں عمل آورده است او را راه دوزخ و تعذیب بکشایم لیکن بطریق اعتبار تواں دانست که ہر کسے را برائے حالتے آفریده اند و آں حالت برو بے جاری میکنند من حیث یدری او لا یدری پس بایں اعتبار آیه را بمسئله قدر ربطے واقع شد و ہمچنیں آیه ونفس وما سواها معنی منطوقش نیست که بر بر و اثم مطلع ساخت لیکن خلق صورت علمیه بر و اثم را بآں بر و اثم اجمالاً در وقت نفخ روح مشابہتے ہست پس باعتبار میتواں بایں آیه دریں مسئله استشہاد کرد۔ (قلت ولو قیل اعتضاد مکان استشہاد کان اولی) واللہ اعلم (ص۲۳ و ۲۵) وقلت

۳۶

(باقی آئنده)

من چو بینم شان معین پیش خویش از چه رو روا کنم ہمچون تو ریش

یعنی میں جب اونکو مجسم اپنے سامنے دیکھتا ہوں تو پھر اپنے منہ کو تیری طرح کس لئے زخمی کروں۔

گرچہ بیرون اند از دور زمان با من اندو گرد من بازی کنان

یعنی اگرچہ اس دور زماں سے باہر ہیں مگر میرے تو ساتھ ہیں اور کھیل کر رہے ہیں۔

گریہ از ہجران بود یا از فراق با عزیزانم وصالست و عناق

یعنی گریہ یا تو ہجر سے ہوا کرتا ہے یا فراق سے اور مجھے عزیزوں کے ساتھ وصل اور معانقہ ہے۔ ہجر تو کہتے ہیں اوسکو کہ محبوب سامنے ہو اور پاس ہو اور نہ ملے اور فراق یہ کہ وہ دور ہی ہو جاوے تو مطلب یہ کہ روے تو جب جبکہ محبوب چھوڑ دے یا الگ ہو جاوے مگر میرے تو سامنے موجود ہیں کیوں روؤں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انکو کشف ہوتا تھا اور وہ اونکو کشف کے ذریعہ سے دیکھتے تھے اور فرماتے ہیں کہ۔

خلق اندر خواب مے بینند شان من بہ بیداری ہمی بینم عیان

یعنی خلق تو اونکو خواب میں دیکھتی ہے اور میں اونکو بیداری میں عیاناً دیکھ رہا ہوں آگے اس عیاناً دیکھنے کی ترکیب بتاتے ہیں کہ میں اس طرح دیکھتا ہوں کہ

شرح حبیبی

زین جہان خود را مے پنہان کنم برگ حس را از درخت افشان کنم

۲۴۷

یعنی میں عالم شہادت سے عالم غیب کیطرف متوجہ ہو جاتا ہوں اور درخت روح سے حواس ظاہرہ کے پتونکو جھاڑ دیتا ہوں۔ یعنی ان حواس کو معطل کر کے حواس باطنہ سے کام لیتا ہوں۔ پس عالم غیب مجہپر منکشف ہوتا ہے اور میں اپنے بچوں کو دیکھ لیتا ہوں اوس کے بعد مولانا اِس بیان کو موجہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

زین جہان خود را دمے پنہان کنم ‎ ‎ برگ حس را از درخت افشان کنم

۲۳۸

یعنی اِس جہان سے اپنے کو ایک دم کے لئے پنہاں کر لیتا ہوں اور برگ حس کو درخت سے جھاڑ دیتا ہوں مطلب یہ کہ اپنے حواس کو معطل کر کے غیبت حاصل کر لیتا ہوں تو جہاں ان حواس کو معطل کیا وہ عالم مکشوف ہو جاتا ہے اور اونکو دیکھ لیتا ہوں آگے فرماتے ہیں کہ

حس اسیر عقل باشد اے فلان ‎ ‎ عقل اسیر روح باشد ہم بدان

دست بستہ عقل را جان باز کرد ‎ ‎ کارہائے بستہ را ہم ساز کرد

حسہا و اندیشہا ز آب صفا | ہمچو خس بگرفتہ روئے آب را
دست عقل آن خس بیکسو مے برد | آب پیدا مے شود پیش خرد
خس بس انبہ بود بر جو چوں حباب | خس چو یکسو رفت پیدا گشت آب
چونکہ دست عقل نکشاید خدا | خس فزاید از ہوا بر آب ما
آب را ہر دم کند پوشیدہ او | از ہوا خنداں و گریاں عقل تو
چونکہ تقوی بست دو دست ہوا | حق کشاید ہر دو دست عقل را ۲۳۹
پس حواس چیرہ محکوم تو شد | چوں خرد سالار و مخدوم تو شد
حس را بیخواب خواب اندر کند | تاکہ غیبہا ز جاں سر بر زند
ہم بہ بیداری ببیند خوابہا | ہم ز گردوں بر کشاید بابہا

یعنی تم شیخ کے کلام کو محض دعویٰ نہ سمجھو بلکہ یہ ایک موجہہ اور مدلل بیان ہے کیونکہ حق سبحانہ نے اصالۃً حس کو عقل کا محکوم اور عقل کو روح کا منقاد بنایا ہے پس جبکہ روح عقل کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو کھول کر اوسکو حواس کے مغلوب کر لینے کے قابل بنا دیتی ہے تو سب مشکلات حل ہو جاتی ہیں تفصیل اسکی یہ ہے کہ حواس

اور خیالات نفسانیہ نے مغیبات کو یوں ہی چھپا رکھا ہے جیسے کہ خس و خاشاک آب صفا پر پھیل کر اوسکو چھپا لیتا ہے اور احتجاب مغیبات انہیں حواس و افکار کے سبب سے جبکہ عقل غالب ہو جاتی ہے اور بندش کے اوٹھ جانے کے سبب وہ حواس میں تصرف کرنے کے قابل ہو جاتی ہے تو وہ حواس و افکار کے خس و خاشاک کو ہاتھ سے ہٹا دیتی ہے۔ یعنی اون کی طرف توجہ چھوڑ دیتی ہے اور وہ یوں معطل ہو جاتے ہیں جیسے خواب میں ان کی حالت ہوتی ہے اور آب صاف اوسکو دکھلائی دینے لگتا ہے یعنی مغیبات اوس کے سامنے حاضر ہو جاتے ہیں خس و خاشاک چونکہ آب جو پر بہت تھے اسلئے بیشتر پانی نظر نہ آتا تھا۔ اب ہٹ گئے تو پانی ظاہر ہو گیا۔ یعنی ہجوم و افکار و خیالات کے سبب مغیبات نہ دکھلائی دیتے تھے اب اون کے دفع ہو جانے سے بیش نظر ہو گئے اور جبکہ حق سبحانہ بتوسط روح عقل کے ہاتھ نہیں کھولتے تو اوسوقت خس و خاشاک افکار و اوہام بڑھتے رہتے ہیں۔ اور آب مغیبات کو جس کا ظہور تمکو مطلوب ہے پوشیدہ کرتے رہتے ہیں پس وہ خس و خاشاک تو ہوائے نفس سے ہنستے کھیلتے ہیں۔ اور عقل بیٹھی قسمت کو روتی ہوتی ہے۔ کیونکہ حواس اوسپر غالب اور وہ اون کی مغلوب ہوتی ہے۔ کیونکہ روح اوسکی امداد نہیں کرتی۔ کہ اوسکو ان کمینوں کے نرغے سے چھڑائے نیز اپنے مطلوب یعنی ادراک مغیبات سے دور ہوتی ہے اسلئے روتی ہے برخلاف اس کے جب روح اوسکی امداد کرتی ہے یعنی تقوے اختیار کر کے خواہشات نفسانیہ کے دست تعدیکو باندھتی ہے اوسوقت حق سبحانہ اوسکے توسط سے عقل کے ہر دو دست کھولتے ہیں۔ پس عقل حواس پر جو کہ اب تک غالب تھے تسلط کر کے اونکو مغلوب کرتی اور اپنا منقاد بناتی ہے اور اون کو بیداری ہی میں سلا دیتی ہے یعنی حالت خواب ہی کی طرح معطل کر دیتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روح سے مغیبات کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ شیخ کا بیداری میں لڑکوں کو دیکھنا کچھ مستبعد نہیں۔ بلکہ اگر اور لوگ بھی ویسا ہی کریں جیسا کہ شیخ نے کیا ہے تو اونکو بھی دکھلائی دے سکتے ہیں۔ بشرطیکہ کوئی حکمت حصول کشف سے مانع نہو۔

۲۴۰

(باقی آئندہ)

وقال استقیموا ولن تحصوا
وان تقبل اللہ تعالیٰ من
العبد ادنی العمل برحمتہ
وعفوہ کما قال صلی اللہ
علیہ وسلم سددوا وقاربوا
استعینوا بالغدوۃ والروحۃ
ولشئ من الدلجۃ رواہ
البخاری فلھذہ
الصعوبۃ ظھر
الصراط بصورۃ
ما ھو احد من السیف
فاندفع الاستبعاد
وبیان امثال ھذہ النکت
مما یعامل بہ اھل
الاصلاح الضعفاء واصل
طریقھم فی ھذہ الامور
التسلیم بلا تکییف
الحدیث عفوا
تعف نساءکم وبروا
آباءکم تبرکم
ابناءکم

اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مستقیم رہو اور
تم سے اس کا احاطہ نہ ہو سکے گا اگرچہ اللہ تعالیٰ
اپنے عفو و رحمت سے بندہ سے ادنیٰ درجہ
کے عمل کو بھی قبول فرمالیتا ہے جیسا کہ
ارشاد فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ ٹھیک ٹھیک رہو اور
قریب قریب رہو اور کچھ صبح کچھ شام اور
کچھ رات کے حصے سے مدد لیا کرو یعنی
ان اوقات میں کچھ نفل عبادت کر لیا کرو
پس اس دشوار ہونے کے سبب وہ صراط
ایسی صورت میں ظاہر ہوگا جو تلوار سے
زیادہ تیز ہے پس اس تقریر سے وہ
استبعاد رفع ہو گیا اور اس قسم کے
نکات کا بیان کرنا ایک طریق ہے
جسکے موافق اہل اصلاح ضعفاء کے ساتھ
معاملہ کرتے ہیں ورنہ ان کا اصل طریق
ان امور میں بلا کیف تسلیم کر لینا ہے
الحدیث تم عفیف رہو تمہاری
عورتیں بھی عفیف رہیں گی اور اپنے
باپوں سے اچھا سلوک کرو تمہارے
بیٹے تم سے اچھا سلوک کریں گے اسکو

۹۳

الطبرانی عن جابر والدیلمی عن علی مرفوعاً لا تزنوا فتذهب لذۃ نسائکم وعفوا تعف نسائکم ان بنی فلان زنوا فزنت نساءهم **ف** المقصود بیان اصل الاثر وان لم یترتب لعارض وکانہ یاخذ لقول العارف الرومی فی الخامس من المثنوی مع ذکر السر فیہ ؎

ہر کہ با اہل کسان شد فسق جو
اہل خود را دان کہ قواد ست او
زانکہ مثل آن جزائے او شود
چون جزائے سیئہ مثلش بود

وبقول الشیخ الشیرازی فی بوستانہ ؎

مکن بد بفرزند مردم نگاہ
کہ ناگاہ فرزندت آید تباہ

وقلما یوجد قول من اقوال اہل الطریق لا یستند الی النصوص صراحۃ او اشارۃ

الحدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

طبرانی نے حضرت جابر سے اور دیلمی نے حضرت علی سے مرفوعاً اس طرح روایت کیا ہے کہ تم زنا مت کرو تمہاری بیبیوں کی لذت جاتی رہے گی (کیونکہ لذت اشتیاق سے ہوتی ہے اور جب دوسری جگہ اشتیاق ختم ہوگیا پھر لذت کہاں نیز معصیت کی نحوست بھی اس نعمت کے سلب کا سبب بنجاتی ہے) اور تم عفیف رہو تمہاری عورتیں بھی عفیف رہیں گی فلاں خاندان والوں نے زنا کیا انکی عورتوں نے بھی زنا کیا **ف** مقصود (زنا و عفت کے) اصل اثر کا بیان کرنا ہے اگرچہ کسی مرض کے سبب اوسکا ترتیب نہو اور غالباً یہ حدیث عارف رومی و شیخ شیرازی کے اقوال (مذکورہ حصہ عربی) کا ماخذ ہوگا اور حضرات اہل طریق کے اقوال میں سے کوئی قول کم پایا جاتا ہوگا جو نصوص کیطرف صراحۃً یا اشارۃً مستند نہ ہوتا ہو۔

حدیث میری امت کے علماء مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں ہمارے

۹۴

قال شیخنا ومن
قبلہ الدمیری و
الزرکشی انہ لا اصل
لہ زاد بعضھم
ولا یعرف فی کتاب
معتبر **ف**
قلت لکن معناہ
صحیح ثابت بحدیث
العلماء ورثۃ
الانبیاء فی المقاصد
فی ھذا الحدیث احمد
وابوداؤد والترمذی
وآخرون عن ابی
الدرداء مرفوعا
بزیادۃ ان الانبیاء
لم یورثوا دینارا ولا
درھما انما
ورثوا العلم صححہ
ابن حبان والحاکم
وغیرھما وحسنہ حمزۃ
الکنانی وضعفہ غیرھم

شیخ نے کہا ہے اور ان کے قبل دمیری
اور زرکشی نے کہا ہے کہ اسکی کچھ اصل
نہیں بعض نے اتنا اور زیادہ کیا کہ یہ
حدیث کسی معتبر کتاب میں بھی معلوم
نہیں ہوئی **ف**۔ میں کہتا ہوں کہ
لیکن اس کا مضمون صحیح ہے
اور اِس حدیث سے ثابت ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ علماء وارث ہیں انبیا کے
مقاصد میں اِس حدیث کے باب
میں کہا ہے کہ اسکو احمد وابوداؤد
وترمذی نے اور دوسروں نے بھی
ابوالدرداء سے اِن ہی الفاظ سے
مرفوعاً روایت کیا ہے مع اس زیادت
کے کہ انبیا نے میراث میں نہ دینار
چھوڑا نہ درم چھوڑا صرف علم کو میراث
میں چھوڑا ہے اور اس حدیث کو
ابن حبان اور حاکم وغیرہما نے صحیح
کہا ہے اور حمزہ کنانی نے حسن
کہا ہے اور اُن کے غیر نے ضعیف
کہا ہے بوجہ اس کے کہ اسکی سند میں

۹۵

بالاضطراب في سنده
كلهن له شواهد يتقوى بها

الحديث الفقر
فخري وبه افتخر
قال شيخنا هو باطل
موضوع **ف** قلت ولكن
ورد في فضل الفقراء
احاديث لا تحصى
وبالفضل يقع الفخر
فحديث الفخر مدلول
التزامي لاحاديث الفضل

۹۶

الحديث القلب بيت الرب
ليس له اصل في المرفوع **قلت**
يعني لفظا ففي المقاصد حرف
الميم في تحقيق ما وسعني سمائي
ولا ارضي ووسعني قلب
عبدي المؤمن ما نصه
وقد روى الطبراني من حديث
ابي عنبة الخولاني رفعه
ان لله آنية من اهل الارض و
آنية ربكم قلوب عباده الصالحين

اضطراب ہے لیکن اس کے شواہد بہی
متعدد ہیں جن سے اسکو تقویت ہو جاتی

حدیث فقر میرا فخر ہے اور میں اسپر
فخر کرتا ہوں ہمارے شیخ نے فرمایا کہ یہ
غیر ثابت اور موضوع ہے **ف** میں
کہتا ہوں لیکن فقر کی فضیلت میں
بیشمار حدیثیں وارد ہیں اور فضیلت
ہی کی چیزوں سے فخر ہوتا ہے۔ پس یہ
فخر والی حدیث فضیلت والی حدیثوں
کی مدلول التزامی ہو (پس معنی بے اصل
نہ ہوتی)

حدیث قلب خانہ خدا ہے مرفوع
میں اسکی کوئی اصل نہیں ہے میں کہتا ہوں
مطلب یہ ہے کہ لفظاً اسکی کوئی اصل
نہیں کیونکہ مقاصد کے حرف میم ما وسعنی
سمائی الخ کی تحقیق میں یہ مضمون ہے کہ طبرانی
نے ابو عتبہ خولانی سے مرفوعاً روایت
کیا ہے کہ اہل ارض میں اللہ تعالے
کے بہت ظروف ہیں اور تمہارے رب
کے ظروف اوس کے صالح بندوں کے
قلوب ہیں اور ان سب میں اسکو زیادہ محبوب وہ قلوب ہیں جو

(باقی آئندہ)

ایک بھی میسر نہیں آئی غذائیں وہ تجویز کی جو گاؤں بھر میں بھی نہیں اور جتنی چیزیں کھانے کی ہیں وہ سب ممنوع کہ نہ بیگن کھانا نہ آلو کھانا نہ بھینس کا گوشت کھانا اور اس کے ساتھ ہی حکیم صاحب کو بھی اپنے جہل کیوجہہ سے برا بھلا کہنے لگے تو عقلا اسکو کیا جواب دیں گے یہی جواب دیں گے کہ طب میں تو ذرا بھی تنگی نہیں اس شخص کے گاؤں ہی میں تنگی ہے کیونکہ طب میں تنگی تو اسوقت سمجھی جاتی جبکہ دو چار چیزوں کی اجازت ہوتی اور باقی سب چیزیں ممنوع ہوتیں اور جبکہ بیسیوں کی اجازت ہے اور صرف چار کی ممانعت تو طب میں تنگی ہرگز نہیں بلکہ اس شخص کے گاؤں میں تنگی ہے کہ اس میں صرف وہی چیزیں منتخب ہو کر آئی ہیں جو کہ سراسر مضر ہیں تو علاج اس کا یہ نہیں ہے کہ حکیم صاحب کا نسخہ ردی کر دیا جائے اور اسپر عمل نہ کیا جائے بلکہ علاج یہ ہے کہ اپنے گاؤں کی اصلاح کیجائے وہاں کی تجارت کو وسعت دیجائے۔ لوگوں کو مفید چیزیں فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے (وعظ طریق النجات دعوات جلد ۵ ص ۱۱)

۲۱

(۴۱) **حکایت**۔ مشہور ہے کہ ایک حبشی چلا جا رہا تھا راستہ میں ایک آئینہ پڑا ملا۔ کبھی آئینہ دیکھنے کا اتفاق ہوا نہیں تھا اسکو اٹھا کر دیکھا تو اپنی کالی بھجنگ صورت نظر پڑی کہنے لگا کہ ایسا بد صورت تھا جب تو کسی نے نہ کھا یہاں پھینکدیا یہی بعینہ حالت ہم لوگوں کی ہے کہ اپنے عیوب کو شریعت میں ثابت کرتے ہیں۔ (وعظ ایضاً ص ۱۸)

(۴۲) **حکایت**۔ ایک رئیس کو لغو بولنے کی عادت بہت تھی اور اکثر بے تکی باتیں بانکتے تھے لوگ انپر ہنسا کرتے آخر انہوں نے ایک شخص کو اسلئے نوکر رکھا کہ ہم جو کچھ کہا کریں اسکی کوئی معقول توجیہ کیا کرو۔ چنانچہ ایک مرتبہ یہ کسی مجلس میں تھا کہنے لگا کہ ہم شکار میں گئے ہرن کو جو گولی ماری تو وہ سم توڑ کر ماتھا پھوڑ کر نکل گئی یہ سنکر تمام لوگ ہنسنے لگے کہ سم اور ماتھے کو کیا تعلق فوراً اس نوکر نے کہا کہ حضور بجا ارشاد ہے وہ اسوقت کھر سے ماتھے کو کھجلا رہا تھا تو ہمارے ہوا پرست اور دنیا پرست بھائی چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے منہ سے نکلجائے اس نوکر کی طرح شریعت اسکو جائز ہی کر دے تو گویا شریعت آپکی لونڈی ہوئی (وعظ ایضاً ص ۲۰)

(۴۳) **مثال**۔ مثلاً گورنمنٹ کا قانون ہے کہ کوئی شخص بغیر لیسنس کے بارود اور چھرے نہیں بیچ سکتا اس قانون کو سنکر اگر کوئی احمق یہ کہنے لگے کہ گورنمنٹ کے قانون میں بڑی تنگی ہے کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم چھرے اور بارود خوب فروخت کیا کریں لیکن قانون لیسنس کی پخ لگاتا ہے تو عقلاء اسکو یہی جواب دیں گے کہ قانون مصلحت عامہ کی بناء پر مقرر ہوا کرتا ہے نہ کہ مصلحت خاصہ کی بناء پر کیونکہ اگر مصلحت خاصہ کی رعایت کیجاوے اور ہر شخص کو بندوق و بارود رکھنے کی اجازت دیجائے تو امن عام میں خلل پڑجائے اور جس شخص کا جو جی چاہے سو کر دے بیسیوں خون روزانہ ہوا کریں تو امن عام کا مقتضی یہی تھا کہ ایسا جائز بند کیا جاوے کہ عام طور پر اجازت نہو اگرچہ کسی خاص شخص کا نقصان ہی کیوں نہ ہو البتہ اگر کسی خاص شخص کا چال چلن اچھا ہو اور اس سے کسی قسم کا اندیشہ نہ ہو اور وہ لیسنس بھی حاصل کرلے تو اسکو اجازت ہوجائیگی تو معلوم ہوا کہ قانون مصلحت عامہ کی بناء پر مقرر کئے جاتے ہیں اب جو لوگ شریعت پر اعتراض کرتے ہیں وہ غور کرکے دیکھیں کہ شریعت کے کسی قانون میں بھی مصلحت عامہ فوت ہوتی ہے ہاں مصالح خاصہ بعض جگہ فوت ہوجاتے ہیں جہاں ان کی رعایت کرنے سے مصالح عامہ میں خلل ہونیوالا ہوتا ہے اور ان ہی پر نظر کرکے لوگ اعتراض کرتے ہیں (وعظ ایضاً صٓ سٓ)

۲۳

(۴۴) بعض لوگ حکم شرعی ہونے سے تو انکار نہیں کرتے لیکن یہ کہدیتے ہیں کہ ہم تو دنیا دار لوگ ہیں ہم سے شریعت پر کیسے عمل ہوسکتا ہے میں ان لوگوں کو کرکے کہتا ہوں کہ اگر خدا کے احکام پر عمل کرنا نہیں چاہتے تو خدا تعالیٰ کا دیا ہوا رزق بھی چھوڑ دو یہ کیا شریعت پر عمل تو کریں مولوی اور خدا کا دیا ہوا کھاؤ پیو تم لوگ (وعظ ایضاً صہ ۹ سٓا)

(۴۵) **مثال** اگر قلب سلیم ہے تو روپیہ ہونا نہ ہونا دونوں مضر نہیں اور اگر قلب سلیم نہیں ہے تو روپیہ کا نہ ہونا تو کم مضر ہوتا ہے اور روپیہ کا ہونا زیادہ مضر ہوتا ہے روپیہ اور قلب سلیم کی مثال بالکل تلوار اور ہاتھ کی سی ہے کہ تلوار کاٹتی ہے

لیکن اسوقت جبکہ ہاتھ بھی ہو اور اوس میں قوت بھی ہو - اور اگر ہاتھ نہیں یا ہاتھ ہو مگر قوۃ نہیں تو تری تلوار کیا کام دے سکتی ہے - بلکہ بعض اوقات خود اپنے ہی زخم لگ جاتا ہے اسی طرح اگر قلب سلیم نہ ہو تو ہزار روپیہ کیا کام دے سکتا ہے

(وعظ ایضاً صلا سٹ)

(۴۶) مثال علماء سے اسکی امید نہ رکھیں کہ وہ دنیا کے کاموں میں آپکی اعانت کریں - اور ان کی تدابیر آپ کو بتلائیں دنیا کا کام آپ کا کام ہے علماء کا نہیں علماء سے اسکی امید رکھنا ایسا ہے جیسے کوئی چمار حکیم عبد المجید صاحب سے جوتے گٹھوانے کے کام میں مدد چاہنے لگے مثلاً اگر حکیم عبد المجید صاحب کے پاس کوئی دق کا مریض جائے اور وہ نسخہ لکھدیں - نسخہ لیکر مطب سے باہر آئے تو ایک چمار ملے اور وہ مریض سے پوچھے کہ تم کہاں گئے تھے اور وہ بتلائے اسپر چمار کہنے لگے کہ حکیم عبد المجید بھی عجیب بے خبر آدمی ہیں کہ اُن سے اتنا نہ ہوا کہ اس نسخہ میں جوتے گٹھوانے کو لکھدیتے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم کی حالت سے بالکل بے خبر ہیں تو ساری دنیا اس چمار کو احمق بتائے گی اور کہے گی کہ حکیم عبد المجید صاحب کا یہ کام نہیں کہ وہ جوتی گانٹھنے کی ترکیب بتلائیں یا اس کام کے چلنے میں مدد دیا کریں حکیم عبد المجید کا کام امراض کے لیے ادویہ تجویز کرنے کا ہے تو علماء کو بھی حکیم عبد المجید ہی سمجھنا چاہیئے کہ اون کا کام امراض باطن کے لئے نسخے تجویز کرنے کا ہے نہ کہ دنیا کے کاموں میں تجاویز بتلانے کا اگر حکیم صاحب پر جوتی سلوانیکو نہ بتلانے کا الزام صحیح ہے تو علماء پر بھی صحیح - البتہ حکیم صاحب کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ اگر جوتی سینے سے پہننے والے کے پیر میں زخم نہ پڑے اور پیر کے لڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو جوتی پہننے سے منع نہ کریں ورنہ منع کرنا ضرور ہو گا - (وعظ ایضاً صلا سٹ)

(۴۷) حکایت میرے استاد علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ایک شخص نے یہ دعا کی کہ مجھے خواجہ خضر ملجائیں چنانچہ خواجہ خضر اسکو مل گئے اس نے کہا حضرت یہ دعا کر دیجئے کہ خدا تعالیٰ مجھکو اسقدر دنیا دیدیں کہ میں بالکل بے فکر ہو جاؤں خواجہ خضر نے کہا

۲۳

کہ بیفکری اور راحت دنیا داری میں ہو نہیں سکتی اس نے پھر اصرار کیا اونہوں نے فرمایا کہ اچھا تو کسی ایسے شخص کو انتخاب کرے جو تیرے نزدیک بالکل بے فکر اور نہایت آرام میں ہو میں یہ دعا کروں گا کہ تو بھی اسی جیسا ہو جائے اور تین دن کی مہلت اسکو دی آخر اس نے لوگوں کی حالت کو دیکھنا شروع کیا جسکو دیکھا کسی نہ کسی تکلیف یا شکایت و پریشانی میں مبتلا پایا۔ بہت سی تلاش کے بعد اسکو ایک جوہری نظر پڑا جس کے پاس حشم وخدم بھی بہت کچھ تھے صاحب اولاد بھی تھا اور اسکو بظاہر کوئی فکر نہ معلوم ہوتی تھی اسکو خیال ہوا کہ اس جیسا ہونے کی دعا کراؤں گا۔ لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی ہوا کہ ایسا نہو کہ یہ بھی کسی بلا میں مبتلا رہا ہو اور میں بھی دعا کی وجہ سے اسی بلا میں مبتلا ہو جاؤں لہذا بہتر یہ ہے کہ اول اس سے اسکی اندرونی حالت دریافت کروں چنانچہ اس جوہری کے پاس گیا اور اپنا پورا ماجرا اسکو کہہ سنایا جوہری نے ایک آہ سرد کھینچی اور کہا کہ خدا کے لئے مجھ جیسا ہونے کی دعا ہرگز نہ کرانا میں تو ایک مصیبت میں گرفتار ہوں کہ خدا نہ کرے کوئی اسمیں گرفتار ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میری بیوی بیمار ہوئی اور بالکل مرنے کے قریب ہوگئی۔ میں اسکو مرتے دیکھکر رونے لگا اس نے کہا کہ تم کیوں روتے ہو میں مرجاؤں گی تم دوسری کرلوگے میں نے کہا کہ نہیں میں اب ہرگز نکاح نہ کرونگا کہنے لگی کہ سب کہا ہی کرتے ہیں ایفار کوئی بھی نہیں کرتا میں چونکہ اسکی محبت میں مغلوب تھا اور اسوقت اس کے مرنیکا نہایت سخت رنج دل پر تھا میں نے اس کے کہنے پر استرا لیکر اپنا اندام نہانی فوراً کاٹ ڈالا اور اس سے کہا کہ اب تو تجھکو بالکل اطمینان ہوگیا اتفاق سے وہ اپنے مرض سے جانبر ہوگئی اب چونکہ میں بالکل بیکار ہو چکا تھا اس لئے اس نے میرے نوکروں سے ساز باز کرلیا یہ جسقدر اولاد تم دیکھتے ہو سب میرے نوکروں کی عنایت ہے میں اپنی آنکھوں سے اس حرکت کو دیکھتا ہوں لیکن اپنی بدنامی کے خیال سے کچھ نہیں کہہ سکتا اسواسطے تم مجھ جیسے ہونیکی دعا ہرگز نہ کرانا آخر اس شخص کو یقین ہوگیا کہ دنیا میں کوئی آرام سی نہیں جب تیسری دن حضرت خضر سے ملاقات ہوئی تو اونہوں نے کہا کہ کہو کیا رائے ہے اس نے کہا کہ حضرت یہ دعا کر دیجئے کہ خدا تعالی مجھکو اپنی محبت کاملہ اور دین کامل عطا فرمائے۔

۲۴

(باقی آیندہ)

(۱) کہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ان فنون کے ماہرین بھی معارضہ سے عاجز آگئے۔

(ح) شاق ہوا اور حضور منبر پر سے اوترے اور اوسکو سینہ مبارک سے لگا لیا تو اوسکی یہ حالت تھی کہ ایسی سسکیاں لیتا تھا جیسے بچہ لیتا ہے جبکہ بہت رونے کے بعد اوسکی ماں اوسکو گود میں لیکر تسلی کرتی ہے۔ واقعہ پورا سننے کے بعد کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ معجزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے ہوا۔ بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا بھی وہم وگمان اس بات کا ہوتا کہ منبر پر تشریف فرما ہونے سے ایسا ہوگا تو حضور اسکو گوارا نہ کرتے۔ ان نظائر سے ناظرین کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ معجزہ درحقیقت نبی کا فعل ہی نہیں ہے بلکہ وہ حق تعالیٰ قادر مطلق کا فعل ہے جو نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ کبھی تو ارادۂ نبی بھی اوسکے ساتھ ہوتا ہے جیسے حضرت موسے علیہ السلام جب چاہتے عصا کو سانپ بنا دیتے اور کبھی ارادہ نبی بھی اوس کے ساتھ نہیں ہوتا جیسا کہ اون نظائر سے ہے جو ہم نے ابھی بیان کیں جب معجزہ میں نبی کا ارادہ بھی شرط نہیں تو مشق اور ہتھ پھیری اور دہوکہ کا تو کیا ذکر ہے اور شعبدہ اور جادو اور مسمریزم ہیں یہ سب باتیں ہوتی ہیں ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ جب معجزہ اور مسمریزم اور شعبدہ میں ایسا بین فرق ہے تو دونوں مشترک الاستلزام نہوئے یعنے دونوں سے ایک ہی نتیجہ نکالنا اور یہ کہنا کہ اگر معجزہ دلیل نبوت ہے تو شعبدہ اور مسمریزم بھی دلیل نبوت ہوں گے کہاں صحیح ہوا۔ ایک واقعی چیز ہے اور ایک ہوکہ۔ اور ایک خدائے تعالیٰ کا فعل ہے۔ اور ایک بندہ کا۔ ایک کا ظہور تسلیم شدہ صلحا اور اہل حقیقت (انبیا علیہم السلام) کے ہاتھ پر ہوتا ہے اور ایک کا ظہور خبیث اور ناپاک اور جہلا کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ اہل شعبدہ و مسمریزم خود بھی انبیا علیہم السلام کے معجزات کو کسی سبب طبعی خفی یا غیر خفی کی طرف منسوب نہیں کرتے اور یہ نہیں کہتے کہ انہوں نے بھی ہماری طرح مشق کر کے یہ کمالات حاصل کئے ہیں اور اون سے کوئی شعبدہ باز یا مسمریزم والا مقابلہ کر کے جیت بھی نہیں سکا بلکہ مقابلہ کے وقت اون کو مغلوب ہونا اور تسلیم کرنا پڑا کہ ہمارا فعل باطل ہے اور اون کا فعل حق ہے چنانچہ وہ ساحران فرعون جنہوں نے مقابلہ سے پہلے یہ کہا تھا ان ھذٰن لسٰحران۔ الآیۃ۔ ترجمہ۔ بیشک یہ دونوں

۲۱۳

(ح) (حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام) جادوگر ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تم کو اپنے جادو سے مغلوب کرکے تمہاری زمین سے نکال دیں (اپنی حکومت قائم کرلیں) اور تمہارے اچھے طریقہ (دین) کو مٹا دیں۔ لہٰذا ہم سب ملکر ایکدم اُنپر حملہ کریں اور ان کے جادو کو مغلوب کرلیں۔ لیکن جب عصائے موسوی اون کے جادو کو سب کو نگل گیا تو وہ ایکدم سجدہ میں گر پڑے اور کہنے لگے آمنا برب ھٰرون وموسیٰ کہ ہم موسےٰ اور ھٰرون کے خدا پر ایمان لے آئے اور بجائے اسکے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں آئے تھے فرعون سے مقابلہ کرنے لگے اور فرعون نے ہر چند سولی اور قتل کی دہمکیاں دیں (چنانچہ بعد میں ایسا ہی کیا بھی) لیکن حق بات اون کے دل میں ایسی جاگزیں ہوگئی تھی جیسے کسیکو سورج دیکھکر دن کا ہونا ذہن نشین ہوجاتا ہے اور وہ یہی کہتے تھے کہ لن نؤثرک علی ما جاءنا من البینات الآیہ یعنے تو کچھہ بھی کرے مگر ہم تیری بات کو اون باتوں کے سامنے نہیں مان سکتے جو ہمکو کھلم کھلا نظر آگئیں یعنے موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت اور معجزہ کا فعل حق ہونا ورنہ ممکن تھا کہ وہ یہ کہتے کہ موسےٰ علیہ السلام کا جادو ہم سے بڑا جادو ہے اسوقت ہم مغلوب ہوگئے سہی لیکن اس سے زیادہ مشق کرکے پہر مقابلہ کریں گے مگر ایسا نہیں ہوا کسی سبب طبعی اور مشق کی طرف معجزہ کو منسوب نہیں کیا اور حقیقت کو سمجھہ گئے کہ یہہ فعل خداوندی ہے بندہ کا فعل اوس کے سامنے کیا سبقت لیجا سکتا ہے۔

جب ساحر اور اہل فن معجزہ کو کسی سبب کی طرف منسوب نہیں کرتے اور معجزہ سے مغلوب ہوتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ ہم مغلوب ہیں اور ہمارا فعل باطل اور مکر اور دہوکہ ہے اور معجزہ غالب اور حق اور واقعی چیز ہے تو اون کے مقابلہ میں اہل فطرت غیر اہل فن کا یہہ کہنا کیسے قابل التفات ہوسکتا ہے کہ شعبدہ اور معجزہ میں کچھہ فرق نہیں۔ جب ایک مقدمہ میں فریقین کے وکیل کہڑے ہوں اور بحث مباحثہ کے بعد ایک فریق کا وکیل خود بول اٹھے کہ واقعی میری دلیل کمزور اور غلط ہے تو اس سے زیادہ دوسرے فریق کے غلبہ اور حقانیت کی کیا دلیل ہوسکتی ہے اور اس کے مقابلہ میں کسی ایسے شخص کا کچھہ کہنا جو قانون بھی نہ جانتا ہو کب قابل تسلیم ہوسکتا ہے۔

۲۱۴

(ح) یہی دلیل حضرت موسےٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کے سامنے پیش کی اتقو لون للحق لما جاء کم ا للہ ھذا و لا یفلح الساحرون یعنی تم اب بھی حق بات کو جادو ہی کہے جاتے ہو کیا یہ جادو ہے حالانکہ جادو گر اوس کے سامنے کامیاب نہیں ہوتے۔

الحاصل معجزہ اور شعبدہ میں بہت فرق ہے دونوں پر ایک حکم لگانا صحیح نہیں حق تعالےٰ نے انبیاء علیہم السلام کو ہر قسم کے مخلوق کی ہدایت کے لیے بھیجا تو ہر قسم کی دلیل کی بھی ضرورت ہے خواص بلکہ اخص الخواص کے لئے معجزہ علمی یعنے حسن تعلیم و اخلاق بدرجہ اعجاز عطا فرمایا کہ اسکو بھی غیر نبی چاہے کیسا ہی عقلمند ہو نہیں پا سکتا۔ چنانچہ بڑے بڑے فلاسفروں کی کتابیں اخلاق کے متعلق اور اسلامی اخلاقی کتابیں سامنے رکھہ کر اس کا اندازہ ہو سکتا ہے خود فلاسفروں نے اِس کا اقرار کیا ہے جیسا کہ ہم شروع کتاب میں تقسیم حکمت کے بیان میں لکھہ آئے ہیں۔ اور عوام کے لئے معجزہ عملی دیا لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل یعنے تاکہ کسیکو حق تعالیٰ کے سامنے انبیاء علیہم السلام کے بھیجنے کے بعد حجت باقی نہ رہے بلکہ غور سے دیکھا جاوے تو معجزہ عملی خواص کے لئے بھی ویسا ہی حجت ہے جیسا عوام کے لئے حجت ہے۔ کیونکہ جب ثابت ہو گیا کہ اس کے مقابلہ سے تمام دنیا عاجز ہے تو ثابت ہو گیا کہ یہ فعل اِس انسان داعی نبوت کا نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کا فعل ہے جو اس کے ہاتھہ پر ظاہر ہوا ہے اِس سے خصوصیت اوس بندہ کی حق تعالےٰ کے ساتھہ ثابت ہو گی اسی کا نام نبوت ہے۔ غرض معجزہ عملی خواص و عوام دونوں کے لئے حجت ہے اور معجزہ علمی صرف خواص کے لئے جو لوگ اب بھی معجزہ اور شعبدہ کو ایک ہی لکڑی ہانکے جاویں اسکی وجہ سوائے اِس کے کچھہ نہو گی کہ دین کی طرف سے محض لاپرواہی ہے کہ کون غور کرے اور دونوں میں فرق کرنے کے جھگڑے میں پڑے وہ کوئی حجت قیامت کے دن کے واسطے سوچ رکھیں جو حق تعالیٰ کے سامنے چل سکے فاعتبروا یا اولی الابصار

(۷) فصل اس بیان میں کہ قرآن شریف میں معجزات عملیہ کا ثبوت ہے یا اسکی نفی کی گئی ہے

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ اہل فطرت معجزات کے وقوع کا انکار کرتے ہیں کیونکہ اون کے نزدیک معجزات خلاف عقل ہیں اور خلاف عقل محال ہے اور محال کا واقع ہونا ناممکن ہے اور اسیوجہہ سے جو خبریں معجزات کے متعلق آئی ہیں اون میں تاویلیں کرتے ہیں۔ ہم اسکی تردید بہی کافی وافی کر آئے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ معجزات مستبعد ہیں خلاف عقل نہیں جسکو محال کہتے ہیں محال کا وجود ناممکن ہے اور مستبعد کا وجود ناممکن نہیں لہذا کل تاویلیں فضول ہیں حقیقت اون کی تحریف ہے۔ اب ہم کو اس سے بہی بڑی غلطی کا حل کرنا ہے وہ یہ ہے کہ بعض اہل فطرت نے معجزات کے انکار میں یہاں تک غلو کیا ہے کہ ادلہ شرعیہ سے بجائے اِس کے کہ اون سے معجزات کا ثبوت ہوتا ہے دعوی کیا ہے کہ اون سے معجزات کی نفی ہوتی ہے۔ اس مضمون کے متعلق چند آیتیں پیش کی ہیں جن سے بزعم خود صراحۃً معجزات کی نفی ثابت کی ہے اور جن تاریخی خبروں سے معجزات کا ثبوت ہے اون کا انکار کر دینا تو کوئی بات ہی نہیں اون احادیث کا بہی انکار کر دیا ہے جن سے معجزات کا ثبوت ہوتا ہے اور بے دھڑک کہدیا ہے کہ حدیثوں کا کیا اعتبار ہیہ تو زمانہ رسالت سے تین سو برس کے بعد بنائی گئی ہیں۔ وہ آیتیں یہ ہیں جن سے معجزات کی نفی ثابت کی گئی ہے۔ وان کان کبر علیک اعراضھم فان استطعت ان تبتغی نفقا فی الارض او سلما فی السماء فتاتیھم بایۃ (پارہ اذا سمعوا)

(ترجمہ) اگر تمکو ان کفار کا روگردانی کرنا شاق ہے تو اگر تم سے ہوسکے تو زمین میں سے کوئی سرنگ ڈھونڈھکر یا سیڑھی بناکر آسمان میں سے کوئی معجزہ لے آؤ۔ اس سے ثابت ہوا کہ کفار معجزات طلب کرتے تہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ دکھا سکتے ہے۔ خود حق تعالے نے نفی کر دی کہ تم معجزہ نہیں لاسکتے۔

۲۱۶

(باقی آیندہ)

چنانچہ ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا سے وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے (روح المعانی)

نیز تفسیر حسینی میں اس آیت شریفہ کے متعلق اس طرح مرقوم ہے۔

اکثر مفسران برآنند کہ این آیت خاص است بامیر المومنین ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ شش ماہ در شکم مادر بودہ و دو سال تمام شیر خوردہ و ہژدہ سالہ بخدمت حضرت پناہ علیہ السلام	اکثر مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ روایت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص ہے کہ آپ چھ مہینے شکم مادر میں رہے اور پورے دو سال دودھ پیا اور اٹھارہ سال کی عمر میں آنحضرت

[۱] چنانچہ علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں تحریر فرمایا ہے۔

نقل عن الواحدی انہ قد صحب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو ابن ثمان عشرۃ سنۃ ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابن عشرین سنۃ فی سفر الشام فی التجارۃ فنزل تحت شجرۃ سمرۃ وقال لہ الراھب انہ لم یستظل بھا احد بعد عیسیٰ غیرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوقع فی قلبہ تصدیقہ فلم یکن یفارقہ فی سفر ولا حضر فلما نبی وھو ابن اربعین	واحدی سے منقول ہے کہ ملک شام کے سفر میں تجارت کے لئے آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوئے اس حال میں کہ آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بیس سال کی تھی پس آپ نے (یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے) ایک کیکر کے درخت کے نیچے نزول فرمایا تو راہب نے آپ سے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی شخص نے اس درخت کا سایہ حاصل نہیں کیا (پس راہب کے اس کہنے سے) آپ (یعنی صدیق اکبر) کے قلب میں ان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق واقع ہوئی اس کے بعد آپ ان (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) سے سفر وحضر میں کبھی جدا نہیں ہوئے تھے جب وہ نبی ہوئے اس حال میں کہ انکی عمر چالیس

۳۱

رسید و آنحضرت علیہ السلام بیست سالہ بود کہ در سفر و حضر رفیق و قرین وے بود چوں سال مبارک حضرت رسالت پناہ علیہ السلام بچہل رسید مبعوث شد صدیق رضی اللہ عنہ سی و ہشت سالہ بود کہ بوے ایمان آورد چوں چہل سالہ شد قَالَ رَبِّ گفت اے پروردگار من اَوْزِعْنِی الہام دہ مارا و توفیق بخش اَنْ اَشْکُرَ تا شکر گویم نِعْمَتَکَ الَّتِیْ نعمت ترا ان نعمتے کہ بکرم عمیم خود اَنْعَمْتَ عَلَیَّ انعام کردہ بر من کہ نعمت اسلام ست۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہونچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیس سال کے تھے کہ سفر و حضر میں آپ اون کے رفیق و ہم قرین ہوئے جب سن شریف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چالیس کو پہونچا نبوت کے ساتھ سرفراز ہوئے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اڑتیس سال کے تھے کہ آپ پر ایمان لائے جب (صدیق رضی اللہ عنہ) چالیس سال کے ہوئے تو آپنے کہا رَبِّ اے میرے پروردگار اَوْزِعْنِی مجکو الہام دیجئے اور توفیق عطا کیجئے اَنْ اَشْکُرَ تاکہ شکر ون میں (نِعْمَتَکَ الَّتِیْ) آپ کی اس نعمت کا کہ آپنے اپنے کرم عمیم سے اَنْعَمْتَ عَلَیَّ مجھ پر انعام فرمایا ہے کہ وہ (نعمت) نعمت اسلام ہے

132

وَعَلٰی وَالِدَیَّ و بر نعمتے کہ بر پدر و مادر من دادہ کہ حیات است و قدرت و نعمت اسلام نیز گفتہ اند کہ از مہاجر و انصار کسی کہ پدر و مادرش بشرف اسلام رسیدہ باشد غیر از صدیق رضی اللہ عنہ نیست وَاَنْ اَعْمَلَ و دیگر الہام دہ کہ عمل کنم صَالِحًا عمل ستودہ کہ تَرْضٰہُ بپسندی آنرا و از ان خوشنود باشی حق سبحانہ

وَعَلٰی وَالِدَیَّ اور اس نعمت پر جو میرے ماں باپ کو آپنے عطا فرمائی ہے کہ وہ زندگی و قدرت اور نعمت اسلام ہے نیز بیان کیا ہے کہ مہاجرین و انصار میں سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ اس کے ماں باپ دونوں اسلام سے مشرف ہوئے ہوں وَاَنْ اَعْمَلَ اور الہام دیجئے کہ عمل کروں صَالِحًا نیک عمل کہ (تَرْضٰہُ) آپ اسکو پسند فرمائیں اور اس سے

امن بہ وھو ابن ثمانیۃ و ثلاثین فلما بلغ الاربعین قال رب اوزعنی الخ

(بقیہ) برس کی تھی آپ انپر ایمان لائے اسوقت آپکی عمر اڑتیس سال کی تھی پس جب آپ چالیس کو پہونچے تو آپ نے رَبِّ اَوْزِعْنِی الخ فرمایا۔

دعائے وے مستجاب گردانید و توفیق داد تا بند
راہرائے دین عذاب میکردند بخرید و
آزاد کرد واز جملۂ ان بلال حبشی ست
رضی اللہ عنہ وَاَصْلِحْ لِی و دیگر دعا کرد
برائے اولاد خود بریں وجہ کہ بصلاح آر برائے
من یعنی صلاح را جاری گرداں فِی ذُرِّیَّتِی
در فرزندان من این دعا نیز بشرف اجابت
رسید کہ دخترش عائشہ رضی اللہ عنہا
بشرف فراشِ حضرت اشرف
رسل علیہ السلام

خوش ہوں حق سبحانہ تعالیٰ نے آپ کی[1] (اس) دعا
کو قبول فرمایا اور توفیق عنایت کی یہاں تک کہ
آپ نے چند غلاموں کو جو دین کی وجہ سے عذاب
میں مبتلا تھے خرید کر آزاد فرمایا منجملہ ان کے
بلال حبشی رضی اللہ عنہ بھی ہیں وَاَصْلِحْ لِی پھر
دعا کی اپنی اولاد کے لئے اس طریقہ پر کہ میرے
لئے صلاحیت عطا فرمائیے یعنی صلاحیت
کو جاری کر دیجئے فی ذریتی میرے فرزندوں میں
یہ دعا بھی شرف قبولیت کو پہونچی کہ آپ کی دختر
عائشہ رضی اللہ عنہا اشرف رسل علیہ السلام کے

[1] صاحب تفسیر روح المعانی تحریر فرماتے ہیں:-

قال ابن عباس رضی اللہ عنہ اجاب اللہ تعالیٰ دعا ابی بکر
فاعتق تسعۃ من المومنین منھم
بلال وعامر بن فہیرۃ ولم یرد شیئا
من الخیر الا اعانہ اللہ تعالیٰ علیہ
ودعا ایضا فقال اصلح لی فی ذریتی
فاجابہ اللہ تعالیٰ فلم یکن لہ ولد الا امنوا
جمیعا فاجتمع لہ اسلام ابویہ واولادہ
جمیعا وقد ادرک ابوہ وولدہ عبد الرحمن
وولدہ ابو عتیق النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم وامنوا بہ ولم یکن
ذلک لاحد من الصحابۃ
رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی پس آپ نے مومنین سے
نو شخصوں کو آزاد فرمایا منجملہ ان کے بلال عامر بن فہیرہ رضی اللہ
عنہما بھی ہیں اور آپ نے جب بھی کسی نیکی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے
آپکی اس پر اعانت فرمائی نیز آپ نے (یہ بھی) دعا فرمائی خدایا!
میری اولاد میں صلاحیت عطا فرمائیے پس اسکو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا
سو تمام ہی اولاد آپ کی ایمان لائی پس مجتمع ہو گیا آپ کیلئے آپ کے
والدین اور آپ کی تمام اولاد کا اسلام اور آپ کے والد اور
آپکے صاحبزادے عبد الرحمن اور ان کے صاحبزادے ابو عتیق
نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا اور ان پر ایمان لائے
اور یہ بات تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی
صحابی کو حاصل نہیں ہوئی۔

مشرف شد و پسرش عبدالرحمٰن مسلمان گشت و پسر او ابوعتیق نیز بدولت خدمت حضرت علیہ السلام رسیدہ شرف سرفرازی یافت و در وسیط آوردہ کہ از اصحاب رضی اللہ عنہم چہار مسلمانان کہ جد و پدر و نبیرہ و پسر نبیرہ باشند پیغمبر علیہ السلام را ندیدہ و بودند مگر ابو قحافہ و ابوبکر و عبدالرحمٰن و ابوعتیق رضی اللہ عنہم و بسے قابل و بزرگ از اولاد صدیق رضی اللہ عنہ در عالم ہستند اغلب ایشاں بشرف علم و صلاح آراستہ۔

شرف فراش سے مشرف ہوئیں اور آپ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن مسلمان ہوئے اور ان کے صاحبزادے ابوعتیق نے بھی آنحضرت علیہ السلام کی خدمت میں پہونچ کر کی بدولت سرفرازی کا شرف حاصل کیا۔ اور وسیط میں لایا گیا ہے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم سے چار مسلمان کہ دادا۔ باپ۔ اور پوتا اور پوتے کا لڑکا ہوں پیغمبر علیہ السلام کو نہ دیکھا تھا بجز ابو قحافہ اور ابوبکر و عبدالرحمٰن اور ابوعتیق رضی اللہ عنہم کے اور بہت سے قابل اور بزرگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے جہان میں موجود ہیں انہیں سے اکثر علم و صلاح کے شرف سے مزین ہیں۔

۳۴ ابن حاتم نے ابن شوذب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوا ہے چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اسباب نزول میں اسکی شرح نہایت بسط سے تحریر فرمائی ہے۔ اور ابن عساکرؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر و علی رضی اللہ عنہم کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ۔

سورہ مائدہ کی اس آیت کے نزول کے سبب بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ

اے ایمان والو تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائیگا تو اللہ تعالی بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کر دیگا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور انکو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی وہ مسلمانوں پر مہربان اور کافروں پر تیز ہوں گے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوں گے اور وہ لوگ کسی ملامت

لائم ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُونَ ۝

کرنیوالے کی ملامت کا اندیشہ نہ کرینگے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسکو چاہیں عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے بڑے علم والے ہیں تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول اور ایماندار لوگ ہیں جو کہ اس حالت سے نماز کی پابندی رکھتے اور زکوۃ دیتے ہیں کہ ان میں خشوع ہوتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھیگا اور اس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے سو اللہ کا گروہ بلاشک غالب ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی علیہ الرحمۃ اس آیت کے متعلق اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

یا ایھا الذین آمنوا۔ اس سے دو مقصود ہیں (اول تو) اس حادثہ کی خبر دینا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں پیش آیا اور آپ کے انتقال کے بعد بہت ترقی کر گیا (دوسرے) اس تدبیر کا بتانا جو خدا تعالیٰ نے غیب الغیب میں (اس حادثہ کیلئے) مقرر فرمائی ہے تاکہ جسوقت وہ حادثہ پیش آئے لوگ اس سے کچھ واقفیت رکھتے ہوں اور ان کے دلوں پر اضطراب غالب نہونے پائے اور جب وہ تدبیر (غیب سے) ظاہر ہو تو اس کے اہتمام میں کوشش کریں اور اسکے پورا کرنے میں اپنی سعادت سمجھیں۔

اس حادثہ کی شرح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر زمانہ میں تین فرقے عرب کے مرتد ہوگئے اور ہر فرقہ میں سے ایک ایک شخص نبوت کا دعوی کرتا ہوا اٹھا اور اسکی قوم نے اسکی تصدیق کی اور ایک فتنہ عظیم برپا ہوگیا۔

(اول) ذو الخمار عنسی نے جو کہانت اور شعبدہ بازی میں بڑی مہارت رکھتا تھا قبیلہ مذحج کے درمیان نبوت کا دعوی کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ ابن جبل (رضی اللہ عنہ) کو (جو ان ایام میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یمن کے قاضی تھے) اور ان تمام مسلمانوں کو جو ان کے ہمراہ تھے خط لکھا کہ ذوالخمار سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائیں حضرت فیروز دیلمی نے جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی ہمراہیوں

میں سے تھے ذوالخمار کو قتل کر ڈالا۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ وحی اس واقعہ پر مطلع ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ فیروز کامیاب ہو گئے مگر بظاہر اس واقعہ کی خبر اخیر ربیع الاول میں حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) کو ملی۔ اور یہ فتح کی پہلی خوشخبری تھی جس سے حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) خوش ہوئے۔

(دوسرا) مسیلمہ کذاب (یہ شخص) قبیلۂ بنی حنیفہ کے درمیان شہر یمامہ میں نبوت کا دعویٰ کرنے لگا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب اقدس میں (اس گستاخ نے) ایک خط لکھا (جس کا مضمون یہ تھا) من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ اما بعد فان الارض نصفھا لی و نصفھا لک (یعنی مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کو واضح ہو کہ آدھا ملک میرا ہے اور آدھا آپ کا) یہ خط اس نے دو آدمیوں کے ہاتھ حضور اقدس میں بھیجا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے پوچھا کہ کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے؟ ان دونوں نے کہا ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ نہ ہوتا کہ قاصد قتل نہیں کئے جاتے تو میں تمہاری گردن مارنے کا حکم دیتا اس کے بعد آپ نے اس کے خط کا جواب لکھا (جس کا مضمون عالی یہ تھا) من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب اما بعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء والعاقبۃ للمتقین (یعنی محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو معلوم ہو کہ ملک اللہ کا ہے جسکو چاہتا ہے اس کا مالک بناتا ہے اور (خیریت) انجام پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور اس کے دفعیہ کی بغیر تدبیر کئے رفیق اعلیٰ سے مل گئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کیطرف بھیجا انہوں نے اس کا کام تمام کر دیا وحشی نے اس کذاب کو (اپنے ہاتھ سے) قتل کیا اسکی تمام جماعت متفرق ہو گئی ان میں سے بعض نے توبہ بھی کی۔

(تیسرا) طلیحہ اسدی (یہ شخص) بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں قبیلہ بنی اسد کے درمیان مدعی نبوت ہوا تھا آپ کے انتقال کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اسکی جماعت کی طرف بھیجا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے

۱۳۶

اسکی تمام جماعت کو شکست دی اور طلیحہ بھاگا اور اس کے بعد پھر اسلام لایا اور جنگ قادسیہ میں خوب کام کیئے۔

اس کے بعد ارتداد کا فتنہ نہایت بلند ہوا حرمین اور قریہ جواثی کے سوا اکثر عرب مرتد ہو گئے اور ایک فرقہ نے زکوٰۃ موقوف کردی اس فرقہ کی بابت فقہائے صحابہ میں باہم مباحثہ ہوا کہ یہ لوگ اہل قبلہ ہیں اُن کا قتل جائز نہیں انہیں لوگوں میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (یا خلیفہ رسول اللہؐ) آپ کیوں کر ان لوگوں سے لڑ سکتے ہیں؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما چکے ہیں کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہدیں جس نے یہ کہدیا میری طرف سے اسکی جان اور مال محفوظ ہے مگر کسی حق کی وجہہ سے اور اس کا حساب خدا پر ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ کی قسم میں اُس شخص سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان میں فرق کرے (نماز اگر حق بدن ہے تو) زکوٰۃ حق مال ہے واللہ اگر وہ ایک بکری کا بچہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے نہ دیں گے تو میں اُن سے اسکی بابت لڑوں گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے اِس روایت کو بخاری اور مسلم وغیرہما نے لکھا ہے۔

۱۳۷

اور اُس تدبیر کی شرح جو کہ خدائے تعالیٰ نے اس حادثہ میں مقرر فرمائی تھی یہ ہے کہ جہاد کا ارادہ حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کے دل میں بڑے اہتمام کے ساتھہ ڈالدیا یہی مطلب اُس حدیث کا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس فتنہ کے متعلق فرمایا کہ العصمۃ فیہا السیف واہ حذیفۃ (بچنے کی صورت اِس فتنہ میں تلوار (اُٹھانا) ہے اسکو حذیفہ (رضی اللہ عنہ) نے روایت کیا ہے) اکثر صحابہ اُس معاملہ میں متردد تھے یہاں تک کہ فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ) نے صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) سے نرمی کی درخواست کی اور حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ کیا تم جاہلیت میں سختی کرنے والے اور اسلام میں سستی کرنے والے بن گئے اور حضرت مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) سے بھی اِس قسم کا سوال و جواب ہوا حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ

(ابتدا) میں تمام صحابہ مانعین زکوٰۃ سے لڑنے کو بُرا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ اہل قبلہ ہیں مگر جب حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے اپنی تلوار زیب دوش کی اور تنہا چلے تو پھر سب نے جانے کے سوا کوئی مفر نہ دیکھا (اور کہا یا خلیفۂ رسول اللہ آپ بیٹھیے ہم جاتے ہیں) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ابتدا میں اس (لڑائی) کو بُرا سمجھتے تھے مگر آخر میں ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس معاملہ میں شکر گذاری کی یہ دونوں روایتیں بغوی وغیرہ نے لکھی ہیں

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں جو ارادہ (اس معاملہ کے متعلق کارکنان قضا و قدر نے) ڈالا وہ مثل ایک چراغ کے تھا کہ جو اس کے سامنے آجاتا تھا روشن ہوجاتا تھا یہاں تک کہ مسلمانوں کی بڑی بڑی جماعتیں آمادہ جہاد ہوگئیں اور سب نے خوب کوشش کی ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ میں نے ابوحصین کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ بعد پیغمبروں کے کوئی شخص ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے افضل پیدا نہیں ہوا اہل ردت سے لڑنے میں انہوں نے وہ کام کیا جو ایک نبی کرتا اس روایت کو بغوی نے لکھا ہے (ابوحصین کا) یہ قول اشارہ ہے اس ارادہ الٰہیہ کے قبول کرنے کی طرف جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے نفس نفیس میں منتقش ہوگیا تھا اور انہیں کے دل سے تمام مسلمانوں کے دل میں ارادہ جہاد پیدا ہوا ابوبکر ابن ابی شیبہ نے قاسم بن محمد سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی تھیں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر وہ مصیبت پڑ گئی کہ اگر پہاڑوں پر پڑتی تو ان کو ریزہ ریزہ کر دیتی تمام مدینہ میں نفاق پھیل گیا تھا اور اہل عرب مرتد ہو گئے مگر خدا کی قسم ان لوگوں نے ایک نقطہ میں بھی اختلاف کیا تو میرے والد فوراً اسکو مٹانے اور اسلام کو اس سے بے نیاز کرنے کی طرف متوجہ ہوگئے اور اس کے ساتھ ہی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں) کہا کرتی تھیں کہ جو شخص عمر بن خطاب کو دیکھ لیتا وہ سمجھ لیتا کہ وہ اسلام کے لئے (سرمایۂ) بے نیازی بنائے گئے ہیں اللہ کی قسم بڑے صائب الرائے اور یکتائے روزگار تھے ہر کام پر انہوں نے اُس کام کے قابل آدمی مقرر کر رکھے تھے۔

فسوف یاتی اللہ بقوم یہ لانا اِس طریقہ کا نہیں ہے کہ عدم سے وجود میں لائیگا

(باقی آئندہ)

(حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کی تازہ تالیف)

خطبات الاحکام

اس میں جمعہ کے پچاس خطبہ ہیں تاکہ سال بھر تک ہر جمعہ کو نیا خطبہ پڑھا جاسکے اسکے علاوہ عیدین و نکاح
استسقاء کے بھی خطبے درج ہیں اور سب خطبے نہایت سلیس ہیں اور باوجود جامع ہونیکے نہایت مختصر ہیں موجودہ
خطبوں میں محض ترغیبی مضامین ہیں حالانکہ ضرورت احکام کی بھی ہے اسواسطے ان خطبوں میں خاص
اہتمام کے ساتھ ترغیب و ترہیب کے علاوہ ضروری احکام بھی بیان کئے ہیں مثلاً علم کی فضیلت اور ضرورت
عقائد کی درستی پاکی کی فضیلت۔ نماز کی تاکید اور فضیلت۔ قرآن شریف کا پڑھنا اور اسپر عمل کرنا
ذکر اللہ اور دعا کی فضیلت۔ نوافل کی فضیلت۔ کہانے پینے میں اعتدال کا حکم نکاح کے حقوق کسب حرام سے
پرہیز حقوق عام و خاص خلوت سفر کے آداب۔ نیک کام کا امر کرنا اور بُری کام کا روکنا۔ آداب المعاشرت باطن
کی اصلاح تہذیب و اخلاق شکم اور شرمگاہ کی حفاظت زبان کی حفاظت۔ مذمت غصہ کینہ حسد۔ مذمت دنیا
بخل اور مال کی محبت حب جاہ اور ریاکاری کی برائی۔ تکبر اور خود پسندی کی مذمت دہوکہ کہانیکی مذمت توبہ۔
کی فضیلت اور ضرورت صبر اور شکر کی فضیلت خوف و رجا فقر و زہد۔ توحید اور توکل۔ محبت اور شوق اور
انس اور رضا اخلاص اور صدق۔ مراقبہ اور محاسبہ۔ تفکر اور سوچنا۔ موت اور بعد موت کا ذکر۔ یوم عاشورہ
کے متعلق ہدایتیں صفر کے متعلق و ربیع الاول و ربیع الثانی کی رسوم ماہ رجب کے متعلق ہدایتیں ماہ
شعبان کے احکام ماہ رمضان کی فضیلت روزہ کی فضیلت تراویح کی فضیلت شب قدر اور اعتکاف
کی فضیلت۔ عید الفطر کے احکام حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ۔ ذی الحجہ کے احکام۔ عید الفطر کی فضیلت
نیز عید الضحی استسقاء کی نماز منجملہ اور خوبیوں کے ایک خوبی یہ بھی ہے اسمیں تمام احکام قرآن و حدیث ہی سے ثابت کئے
ہیں اور چونکہ خطبہ عربی زبان میں ہونا ضروری ہے اور اسکے ساتھ غیر عربی میں مضمون بیان کرنا خلاف سنت ہے
اسواسطے خطبہ تو محض عربی ہی میں لکھا ہے مگر عوام کے مطالعہ کیواسطے اسکی آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ بھی
آخر میں شامل کردیا گیا ہے۔ اگر اسکو نماز کے بعد وعظ کی جگہ سنادیا جاوے تب بھی مفید ہوگا قیمت عام عہ رعایتی ۱۲

ملنے کا پتہ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کے کمیاب مواعظ کا نیا رسالہ

الابقاء

ہزار ہزار شکر ہے کہ خداوند عالم نے اس زمانہ پرفتن میں عالی جناب فیض مآب عمدۃ العارفین زبدۃ الکاملین
جامع شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت و معرفت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب
مدظلہم العالی کو اصلاح امت کے واسطے پیدا فرماکر مسلمانان ہند کے لئے خصوصاً اور دیگر ممالک کیلئے عموماً ایک
نعمت عظیمہ بنایا ہے۔ جو اس زمانہ میں جبکہ ہر چہار طرف سے گمراہی کی گھٹائیں امنڈ رہی ہیں تحریراً و تقریراً
حق و باطل کو ممتاز کرنے کی خدمت میں یکتائے زمانہ ہیں ان کے فیض سے بےشمار مخلوق خدا علماً و عملاً
فیضیاب ہو رہی ہے اور ان کی خدمت میں حاضر ہونا کیمیائے سعادت ہے خصوصاً آپ کے مواعظ سے جو فوائد
عوام و خواص کو ہو رہا ہے وہ کسی صاحب نظر پر پوشیدہ نہیں ہے مواعظ متفرقہ کا باوجود بار بار طبع ہونے
کے پھر کمیاب ہونا قبولیت عامہ کی بین دلیل ہے ان نایاب مواعظ کی تلاش میں عامۃ المسلمین کی
پریشانی اور سرگردانی کیوجہ سے احقر کو خیال ہوا کہ اگر ان ختم شدہ اور کمیاب مواعظ کو ماہ بماہ
ایک "رسالہ" کی صورت میں شائع کردیا جائے تو شائقین مواعظ کیواسطے از حد مفید ہوگا۔
بایں خیال احقر نے ایک رسالہ موسومہ **الابقاء** بنام خدائے عزوجل رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ سے جاری
کردیا ہے جسکی ضخامت معہ ٹائٹل ۳۶ صفحات ہیں اور انشاء اللہ یہی ہوا کرے گی اور ہر ماہ قمری کی
پندرہ تاریخ کو شائع ہو جایا کریگا جسکی سالانہ قیمت عہ ہے حضرت مولانا موصوف مدظلہم العالی کے مواعظ
کے قدردان خود اندازہ فرماسکتے ہیں کہ یہ صورت حضرات شائقین کے واسطے کس قدر
امید افزا ہے۔ امید ہے کہ ان جواہر گم گشتہ کے متلاشی جلد از جلد رسالہ مذکورہ کے خریداران
میں اپنا نام لکھوا کر حضرت والا کے علوم سے مستفید ہونیکی کوشش فرمائیں گے۔ نیز اپنے احباب کو بھی
ترغیب دیکر الدال علی الخیر کفاعلہ کے مصداق بنیں گے۔

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک عہ ہے اور وی۔پی کی صورت میں ۲ر فیس رجسٹری اور ۲ر فیس منی آرڈر
کا اضافہ ہوکر عہ ادا کرنے پڑتے ہیں۔

المشتہر محمد عثمان کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی